وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد 11	شمارہ 03	جمادی الثانی 1438ھ	مارچ 2017ء

ISSN 2305-6231

ماهنامه

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین و گرافکس: جواد عمر

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِ تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)
حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	امام الناس، سیرۃ امام المرسلین ﷺ 10	ساجد محمود مسلم	11
5	کشمیر کی آزادی کا خواب پورا ہو کر رہے گا	ابوفیصل محمد منظور انور	19
6	دنیا میں مستقبل کا نظام حکومت............	محمد رشید عمر	26
7	اسلام اور گلوبلائزیشن	پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی	33
8	مدیر کے نام		52
9	تبصرہ و تعارف کتب		63

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ العادیات آیات 11، رکوع 1

اس سورۃ مبارکہ میں عسکری گھوڑوں کی کچھ خاص صفات ذکر کر کے انھیں اس بات پر بطور دلیل پیش کیا گیا ہے کہ انسان اپنے ربّ کا بڑا ناشکرا (اور احسان فراموش) ہے۔ انسان کے اندر اس بُری خصلت کا باعث یہ کہ وہ دنیا کے مال و دولت سے شدید محبت کرتا ہے اور آخرت کی زندگی سے غافل ہے۔ اس میں یہ بُری خصلت نہ ہوتی اگر وہ یقین رکھتا ہے کہ ایک دن آئے گا جس میں دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اُٹھایا جائے گا اور عمل تو عمل، سینوں میں پوشیدہ وہ ارادے اور مقاصد بھی سامنے رکھ دیے جائیں گے جن کی تحریک پر دنیا میں طرح طرح کے کام کیے تھے۔ اُس دن واضح ہو جائے گا کہ ان کا ربّ ہر چیز سے بھی باخبر ہے اور اس سے بھی کہ کون کس جزا یا سزا کا مستحق ہے۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا O

ان سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم جو ہانپ اُٹھتے ہیں

فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا O

پھر پتھروں پر (نعل) مار کر آگ نکالتے ہیں

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا O

پھر صبح کو چھاپہ مارتے ہیں

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا O

پھر اس میں گرد اُٹھاتے ہیں

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا O

پھر اس طرح (دشمن کی) فوج میں جا گھستے ہیں

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ O

کہ انسان اپنے پروردگار کا احسان ناشناس (اور ناشکرا) ہے

وَ اِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ O

اور وہ (خود) اس سے آ گاہ بھی ہے

وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ O

وہ تو مال سے سخت محبت کرنے والا ہے

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ O

کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا کہ جو (مردے) قبروں میں ہیں

وہ باہر نکال لیے جائیں گے

وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ O

اور جو (بھید) دلوں میں ہیں وہ ظاہر کر دیے جائیں گے

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ O

بے شک ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب واقف ہوگا

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا أَرَادَ أَنْ یُھْلِكَ عَبْدًا، نَزَعَ مِنْہُ الْحَیَاءَ، فَاِذَا نَزَعَ مِنْہُ الْحَیَاءَ، لَمْ تَلْقَہُ اِلَّا مَقِیْتًا مُمَقَّتًا، فَاِذَا لَمْ تَلْقَہُ اِلَّا مَقِیْتًا مُمَقَّتًا، نُزِعَتْ مِنْہُ الْأَمَانَۃُ، فَاِذَا نُزِعَتْ مِنْہُ الْأَمَانَۃُ، لَمْ تَلْقَہُ اِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا، فَاِذَا لَمْ تَلْقَہُ اِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا، نُزِعَتْ مِنْہُ الرَّحْمَۃُ، فَاِذَا نُزِعَتْ مِنْہُ الرَّحْمَۃُ، لَمْ تَلْقَہُ اِلَّا رَجِیمًا مُلَعَّنًا، فَاِذَا لَمْ تَلْقَہُ اِلَّا رَجِیْمًا مُلَعَّنًا، نُزِعَتْ مِنْہُ رِبْقَۃُ الْاِسْلَامِ

بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی آدمی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو اس سے حیا نکال دیتا ہے، پھر جب اس سے حیا نکال دیتا ہے تو تم دیکھو گے کہ وہ آدمی مبغوض ہوتا اور قابل نفرت کہلاتا ہے، پھر جب وہ مبغوض اور قابل نفرت ہوجاتا ہے تو تم دیکھو گے کہ اس سے امانت (کا وصف) نکال لیا جاتا ہے، پھر جب اس سے امانت نکال لی جاتی ہے تو تم دیکھو گے وہ خیانت کرتا اور کرپٹ کہلاتا ہے، پھر جب وہ خائن اور کرپٹ ہوجاتا ہے تو اس سے رحمدلی نکال دی جاتی ہے پھر جب اس کے دل سے رحم نکل جاتا ہے تو وہ مرد ُود ہوتا اور ملعون کہلاتا ہے پھر جب وہ مردود اور ملعون ہوجاتا ہے تو اس کی گردن سے اسلام کی رسی نکال دی جاتی ہے۔ (ابن ماجہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

ترقی ___ اسلام اور سی پیک (CPEC)

انجینئر مختار فاروقی

- اسباب کی دنیا میں ’خیرِمحض‘ اور ’شرِمحض‘ کا کوئی تصور نہیں، ہر اچھی چیز کے ساتھ کوئی منفی اور ناپسندیدہ چیز بھی سامنے آجاتی ہے اور ہر بُری چیز کا کوئی پہلو ’خیر‘ کا بھی ہوتا ہے۔ اسلام میں ’شراب‘ کی حرمت کا بیان ہے۔ اسے ’اُمّ الخبائث‘ کہا گیا ہے اور شراب پینے سے آدمی شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اس کے باوجود قرآن مجید میں وارد ہے:

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (219:02)

’’اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے شراب اور جوے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں‘‘۔

گویا انسان توجہ نہ کرے اور کسی چیز کو آنکھیں بند کر کے حاصل کر لے تو ممکن ہے کہ کوئی ’شر‘ اس کے ساتھ آجائے اور کوئی چیز بُری سمجھ کر چھوڑے تو کچھ نقصان بھی برداشت کرنا ہوگا۔

- عصر حاضر کی اصطلاح میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہر اچھی چیز انسان کو جب میسر آتی ہے تو اس کی کوئی COST اور قیمت چکانی پڑتی ہے۔ آج ’ترقی‘ کا لفظ ہر شخص کی زبان پر ہے اور ترقی کرنے کے لیے ماحول ایسا بن گیا ہے کہ اس کے لیے ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کے لیے کسی

طویل بحث کی ضرورت ہی نہیں۔ مگر آج دنیا کے مروّجہ اصولوں کے مطابق 'ترقی' بھی اپنے ساتھ بے شمار لوازمات لے کر آتی ہے جس میں بہت سے مذہبی، اخلاقی اور ثقافتی پہلو ہوتے ہیں جو کسی قوم بالخصوص مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔

- آج ہمارے پڑوسی ملک چین کی مہربانی سے ملک پاکستان میں CPEC منصوبے کا بڑا چرچا ہے اور اس کے لیے ہر کوئی مدح سرا ہے اور اس کے فوائد گنوائے جا رہے ہیں۔ تاہم یہ ترقی، خوشحال مستقبل اور وسائل کی فراوانی یقیناً کسی 'بڑی' قیمت پر ہی ہمیں میسر آئے گی۔ اس کی زد ہمارے مذہبی اعتقادات، عبادات، طرزِ زندگی وغیرہ کو کس انداز میں اور کس حد تک متأثر کرے گا اس کا اندازہ شاید عام آدمی کو نہیں ہو سکتا۔

سی پیک (CPEC) منصوبہ

اس منصوبے کو دوسرے الفاظ میں 'پاکستان چین اقتصادی راہداری منصوبہ' بھی کہا جاتا ہے۔ ابتداء میں اس منصوبہ کے تحت چین نے 46 ارب ڈلر کی سرمایہ کاری کرنا تھی، جو ایک سال میں بڑھ کر 54 ارب ڈالر ہو گئی ہے اس منصوبہ کے تحت پاکستان کی موٹروے اور اہم سڑکوں کو کشادہ کر کے اعلیٰ معیار پر لانا ہے تاکہ سامانِ تجارت کی نقل و حمل تیزی سے ہو سکے۔ مناسب فاصلوں پر پاکستان میں شاہراہوں پر صنعتی علاقوں کی تعمیر تاکہ ضروری صنعتی سامان مقامی طور پر تیار ہو سکے اور ان اہم کاموں کے لیے ضروری / وافر مقدار میں بجلی کی فراہمی کے لیے پاور پراجیکٹس کی تیزی سے تعمیر بھی شامل ہے۔

13 نومبر 2016ء سے اس منصوبہ پر جزوی طور پر سامان کی نقل و حمل اور چین سے گوادر کی ترسیل اور پھر برآمد کرنے کی سہولتوں کا آغاز کر دیا گیا ہے اور برامدات کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی منصوبے کے تحت کراچی سے پشاور تک ریلوے لائن کو دو طرفہ کر کے سنگل فری کرنا بھی شامل ہے پھر مختلف اطراف اصل شاہراہ کی طرف سامان اور لوگوں کی آمد و رفت کے لیے FEEDING ROAD کا ایک وسیع جال (NETWORK) کی تعمیر بھی اسی منصوبہ میں شامل ہے۔ اس منصوبہ سے ظاہری طور پر پاکستان کی اقتصادی ترقی کا شاہدرہ کھلنے والا ہے اور پاکستانی صنعتی ترقی کا عروج آنے والا ہے۔ پاکستان کی آمدنی میں بھی بے پناہ اضافہ متوقع ہے

جس سے ملک میں خوشحالی آئے گی اور معیارِ زندگی بڑھے گا اور ترقی کا راستہ ہموار ہوگا۔

- اس سی پیک منصوبے سے پاکستان کے رہنے والے مسلمانوں پر مذہبی، اخلاقی اور سیاسی کیا اثرات ہوں گے اس کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔ ان سطور میں کسی تفصیلی گفتگو کا تو موقع نہیں ہے ہم یہاں قارئین کی سہولت کے لیے ایک تاریخی مثال سے اس منصوبے کے اثرات کی طرف اشارہ کریں گے۔

ایک تاریخی مثال

اٹھارھویں صدی (1753ء تا 1947ء دورِ غلامی) کے آغاز میں برطانیہ سے مغربی صہیونی استعمار نے جنوبی ایشیا میں دو صدیوں کے انتظار، تھکا دینے والی محنت اور کثیر سرمایہ کاری کے بعد قدم جمائے تھے۔ تجارتی مراعات کی آڑ میں آنے والے اس مغربی استعمار نے مغلوں کی حکومت سے مفلوک الحال ہونے کے ناطے تجارتی مراعات اور ٹیکسوں کی معافی لی۔ تجارتی گودام اور گودیاں تعمیر کیں اور ٹیکس مراعات کی آڑ میں اسلحہ لائے۔ 1602ء تک یہ تجارت برطانوی لوگ ذاتی اور نجی طور پر کر رہے تھے تاہم 1602ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے کمپنی بنائی گئی۔ بینک آف انگلینڈ قائم ہو چکا تھا جس نے دل کھول کر قرضے دیے اور یوں جنوبی ایشیا میں کلکتہ وغیرہ کے ساحلی علاقے برطانوی چھاونیوں میں تبدیل ہوگئے۔

1753ء میں جنگ پلاسی کے بعد بنگال پر برطانوی کمپنی نے قبضہ کرلیا پھر مزید پھلنے اور پھولنے کا پروگرام سامنے تھا۔ 1799ء میں میسور میں سلطان ٹیپو کی شکست اور شہادت کے بعد اس کمپنی نے رشوت، کرپشن، لالچ، شراب اور عالمی تجارت میں حصہ داری وغیرہ کے وعدوں کے ساتھ علاقائی طاقتوں راجوں مہاراجوں اور نوابوں کو ساتھ ملایا۔ ہندو من حیث القوم ان کے ساتھ ہوگئے اور 1803ء میں انگریز نے دہلی پہنچ کر مغل بادشاہ کو یرغمال بنا کر اقتدار پر قبضہ کرلیا۔ بظاہر حکومت مغلوں کی تھی مگر مغل حکمران کوئی فیصلہ برطانوی فوجی ریذیڈنٹ آفیسر کے مشورہ کے بغیر نہیں کرسکتا تھا۔ گویا عملاً انگریز کی حکومت قائم ہوگئی۔ مسلمان، انگریزوں کی اس شاطرانہ، عیّارانہ اور صہیونی طرزِ عمل سے نالاں تھے۔ اس تجارتی کمپنی نے جنوبی ایشیا میں طویل عرصے حکومت کرنے کے لئے کئی منصوبہ شروع کر دیے۔ 1802ء میں کلکتہ کے فورٹ ولیم میں برطانوی

افسروں کو مقامی زبان سکھانے کے لئے ایک ادارہ قائم کیا گیا جو بعد میں کالج بن گیا۔ 1835ء میں پورے ہند میں نیا نظامِ تعلیم نافذ کردیا گیا۔ مقامی زبان اردو، سرکاری زبان فارسی اور مسلمان حکمران کی مذہبی زبان عربی کو متروک قرار دے دیا گیا۔ 1857ء میں مسلمانوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف بغاوت کردی۔ ہندوؤں نے تجارت میں شمولیت کرلی تھی اور مسلمانوں سے نالاں تھے لہٰذا ہندوؤں نے مجموعی طور پر انگریزوں کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے اس بغاوت میں بھرپور حصہ لیا اور اس برطانوی استعماری قوت کو نکالنے کے لیے روز لگایا مگر بوجوہ ناکامی ہوگئی۔ برطانوی استعمار نے اقتدار اب ایسٹ انڈیا کمپنی سے لے کر تاجِ برطانیہ کے ماتحت کردیا اور اس وقت جنوبی ایشیا برطانیہ کی ایک کالونی بن گئی۔ مغل بادشاہ کو گرفتار کرکے مقدمہ چلایا گیا۔ پورے ملک میں جہاں جہاں مسلمانوں نے اس جنگ آزادی میں حصہ لیا چن چن کر اور ہندوؤں کی مخبری کی بنیاد پر، پھانسیاں دی گئیں قریب تھا کہ مغل بادشاہ کو بھی پھانسی دے دی جاتی۔ مگر بہادر شاہ ظفر نے بغاوت کے الزام کا دفاع کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ باغی میں نہیں باغی برطانوی انگریز ہیں جنھوں نے مغلوں سے تجارتی مراعات لے کر اقتدار پر قبضے کی کوشش کی، میں تو جنوبی ایشیا کا جائز وارث اور جائز حکمران ہوں۔ اس پر انگریزوں نے کسی اور بغاوت کے ڈر سے بہادر شاہ ظفر کو نہ تو پھانسی دی نہ قتل کیا بلکہ برما (رنگون) میں وظیفہ دے کر جلاوطن کردیا۔

برطانوی صہیونی استعمار نے مسلمانوں کے خلاف نظامِ تعلیم کی تبدیلی کے ساتھ عیسائیت کے فروغ کے لئے پورا زور لگا دیا، جگہ جگہ عیسائی مبلغ مسلمانوں کا دین خراب کرنے کے لئے سرکاری خرچ میں دندناتے پھرتے تھے اور اسلام کی تعلیمات کا مذاق اُڑاتے تھے تا آنکہ مزید 90 سال گزر گئے اور بے پناہ قربانیوں کے بعد جنوبی ایشیا کے مسلمان بیدار ہوئے اور 1947ء میں برطانوی استعمار جنوبی ایشیا سے دفع ہوگیا اور یوں قیامِ پاکستان عمل میں آیا یعنی جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو آزادی ملی اور دو صدیوں کی قربانیوں کے بعد ایک علیحدہ وطن میسر آیا۔

● ضروری نہیں کہ سی پیک منصوبے کے تحت عالمی صہیونی استعمار دوبارہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے خوابوں کی سرزمین پاکستان میں قدم جما کر وہی کچھ کرے جو اس منحوس برطانوی صہیونی استعمار نے کیا تھا مگر ایک دفعہ ڈسے جانے کے بعد دوبارہ ویسے حالات پیدا

ہو رہے ہوں تو احتیاط بہر حال شرط ہے۔

- ابھی کچھ عرصہ پہلے حکومتی وزیر برائے منصوبہ بندی محترم احسن اقبال صاحب کا اخباری بیان سامنے آیا تھا کہ اس تجارتی راہداری پر چین کے عظیم فلسفی کنفیوش کی تعلیمات کو عام کرنے لیے 500 سنٹرز بنائے جائیں گے جو اس منصوبہ میں شامل ہیں۔ یہ اقدام برطانوی استعمار کے دور میں سرکاری سرپرستی میں عیسائیت کے فروغ کے مترادف ہے، جب سرکاری ملازمین کو جبراً عیسائی بنانے کی کوششیں ہوتی تھیں، جس کے نتیجے میں 1857ء کی جنگ آزادی کی جنگاریاں پھوٹی تھیں۔

- ہم ان سطور پر مسلمانانِ پاکستان کے اسلام دوست، دین دوست اور انصاف پسند طبقات سے دست بستہ عرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ آنے والے دور میں مسلمانوں اور اسلام کی حفاظت وصیانت کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں اور ضروری اقدامات کریں، بالخصوص دینی رہنماؤں اور علماء سے درخواست ہے کہ انھوں نے سابقہ برطانوی استعمار کے مقابلے کے لئے انگریزی زبان سیکھنے میں بڑی دیر کر دی اب خدارا حالات کو پہچانیں اور اسلام کی پشتیبانی کے لئے بروقت اقدام کر کے اپنے حصے کا فرض ادا کریں۔ پہلے ہم برطانوی غلامی سے نکل کر امریکی غلامی میں چلے گئے تھے اب افغانستان سے امریکہ کی شکست کے بعد کہیں ہم ایک تیسری غلامی میں نہ چلے جائیں۔

- اوپر درج سطور میں ہم نے جو خدشات ظاہر کیے ہیں اللہ کرے وہ غلط ہوں لیکن اگر ان کے صحیح ہونے کا کچھ امکان ہے تو اس 'شر' سے بچنے کی منصوبہ بندی کرنا، دین اسلام کے مخلص اور دردمند بہی خواہوں ہی کی ذمہ داری ہے۔ اور یہ کام ابھی کرنے کا ہے وقت گزر جانے کے بعد احساسِ زیاں کا پیدا ہونا کسی لحاظ سے بھی مفید مطلب نہیں ہوگا۔

'مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلاہِ خود بر زن'_____ والی کہاوت بے موقع غصہ کھانے یا حقیقی موقع گزر جانے کے بعد سوچنے والی صورت حال کے لیے بنی ہے۔ اگر ہم برموقع صحیح فیصلہ نہ کر سکے تو یہ مصرعہ ہم پر بھی صادق آسکتا ہے۔

امامُ الناس سیّدنا ابراہیم علیہ السلام

سیرت امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ساجد محمود مسلم

جھنگ

الجزیرۃ (MESOPOTAMIA) جزیرۃ العرب کا زرخیز ترین خطہ ہے جو دریائے دجلہ وفرات کے درمیان واقع ہے۔ جزیرۃ العرب کی ایک طاقتور ریاست، جو تاریخ میں سلطنت کلدانیہ کے نام سے مشہور ہے، اسی الجزیرۃ میں واقع تھی۔ سلطنتِ کلدانیہ کا دارالحکومت مشہور تاریخی شہر بابل تھا جو کلدانی تہذیب وثقافت کا مرکز تھا۔ اس سلطنت کے باشندے بت پرستی کے ساتھ ساتھ اجرامِ سماویہ بالخصوص سورج کی پوجا کرتے تھے۔ سورج کو ربِّ شماس کے نام سے یاد کرتے تھے جو ان کے نزدیک معبودِ اعظم تھا۔ سلطنتِ کلدانیہ کے بادشاہ کا لقب نمرود تھا۔ نمرود کو ربِّ شماس کا اوتار خیال کیا جاتا تھا اور اسے خدا کے برابر مقام دیا جاتا تھا۔ (تفسیر ماجدی: ص 108)

سلطنتِ کلدانیہ کا مرکز بابل ہر طرح کے جرائم کا گڑھ بن چکا تھا، جسم فروشی کو قابل احترام پیشہ کی حیثیت حاصل تھی جس کی وجہ سے یہاں زنا کی وبا عام تھی۔ اخلاقی حالت اس قدر ابتر تھی کہ لوگ ہمسائے کی بیوی سے ناجائز تعلقات پیدا کرنے کے درپے رہتے تھے اور اس غرض سے جادو ٹونے تک کا سہارا لیتے تھے۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام

سلطنت کلدانیہ کے بادشاہ نمرود کا وزیر آزر تھا، آزر اس وزیر کا لقب تھا جبکہ اس کا اصل

نام تارح تھا۔تارح یا آزر کا وطن بابل کے قریب ایک شہر اُرّ تھا۔آزر کی بیوی نونا کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام انھوں نے ابراہیم رکھا۔(الروض الانف مع السیرة النبویة للسھیلی)

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو بچپن ہی سے بت پرستی اور کواکب پرستی سے نفرت تھی، جب سن رُشد کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی نبوت سے سرفراز فرمایا۔آپ کی بیوی سیّدہ سارہ علیہا السلام فوراً آپ پر ایمان لے آئیں، اسی طرح ان کے بھتیجے سیّدنا لوط علیہ السلام بھی آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے۔آپ نے اپنے والد آزر کو نہایت نرمی و شیرینی سے توحید کی طرف بلایا اور بت پرستی ترک کرنے کی دعوت دی مگر وہ توحید کی طرف مائل نہ ہوئے، اُلٹا انھوں نے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو ڈانٹ دیا۔ باپ کی ڈانٹ ڈپٹ آپ کو اپنے دین حنیف سے کب پھیرنے والی تھی۔بہرکیف آپ نے اپنے والد کو دعوتِ توحید دینا ترک نہ کیا۔اس کے ساتھ ساتھ آپ کلدانیوں کو دامے درمے سخنے ہر انداز میں دین حق کی دعوت دیتے رہے، لوگ دعوتِ حق قبول کرنے کی بجائے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بتوں کے عتاب سے ڈراتے تا کہ وہ بتوں کی توہین سے باز آجائیں۔ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب باپ نے اپنے بتوں کی توہین کی پاداش میں نہ صرف بیٹے کو گھر سے نکال دیا بلکہ خبردار کیا کہ اگر وہ بتوں کی برائی کرنے سے باز نہ آیا تو اپنے ہاتھوں سے اسے سنگسار کر دے گا۔سیّدنا ابراہیم نے باپ سے علیحدگی اختیار کر لی مگر توحیدِ خالص کی دعوت سے باز نہ آئے۔(سورۃ مریم:41-48،قصص القرآن)

ایک روز ساری قوم کسی میلے میں شرکت کے لیے شہر سے باہر کھلے میدان میں گئی ہوئی تھی۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس نادر موقع کو دعوتِ توحید کا مؤثر ذریعہ بنانے کا منصوبہ بنالیا۔ چنانچہ آپ سب سے بڑے مندر میں گئے اور ایک ہتھوڑے سے بتوں کو توڑنا شروع کر دیا۔حتیٰ کہ سب سے بڑے بت کے سوا سارے بت توڑ ڈالے اور ہتھوڑا اسی بڑے بت کے کاندھے پر رکھ دیا۔قوم میلہ ختم ہونے کے بعد واپس لوٹی تو اپنے بتوں کو پاش پاش دیکھ کر حیرت زدہ اور خوفزدہ ہوگئی۔انھوں نے فوراً بھانپ لیا کہ ہو نہ ہو یہ اُسی ابراہیم (علیہ السلام) کا کام ہے جوان کے دیوتاؤں کی تنقیص کرتا ہے۔چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سب سے بڑے پروہت کے سامنے لایا گیا اور ان سے سخت لہجے میں پوچھا گیا کہ کیا ان بتوں کا یہ حال انھوں نے ہی کیا ہے؟

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اسی موقع کے منتظر تھے، چنانچہ آپ نے جھٹ کہہ دیا کہ لگتا ہے یہ اس بڑے بت کا کام ہے جس کے کندھے پر ہتھوڑا دھرا ہے۔ اگر یقین نہیں آتا تو خود اس بڑے بت سے پوچھ دیکھو اگر وہ بول سکتا ہے۔ وہ لکڑی کے دیوتا سے کیا پوچھتے ؟ لہٰذا اپنے من میں نادِم ہوئے اور کہنے لگے: ''ہم اس سے کیا پوچھیں یہ تو ہرگز بول نہیں سکتا''۔ تب سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے انھیں سخت کوسا اور باوَر کرایا کہ جب بے جان و بےشعور بت اپنی حفاظت کرنے سے عاجز ہیں تو انسانوں کی مصیبتوں اور بلاؤں سے کیا حفاظت کریں گے؟ قوم نے اس قدر واضح مشاہداتی دلیل کو نظرانداز کر دیا اور اُلٹا سیدنا ابراہیم پر برس پڑی۔ ایک حیلہ انھوں نے یہ کیا کہ بادشاہِ وقت نمرود کے دربار میں شکایت کی کہ یہ نوجوان (ابراہیم علیہ السلام) ہمارے دیوتاؤں کی کھلے عام توہین کرتا ہے، حتیٰ کہ اس نے ہمارے دیوتاؤں کو پاش پاش کر دیا ہے؛ لہٰذا اسے اس 'جرمِ عظیم' کی قرارواقعی سزا دی جائے۔ نمرود خود دینِ شرک کا محافظ تھا اور پورے کلدانیہ کا تن تنہا ربّ بنا بیٹھا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے اسے بھی توحید کی صاف ستھری دعوت دی اور عقلی دلائل سے اسے مات دی۔ لیکن نمرود نے آپ کی دعوتِ خلوص کو ٹھکرا دیا اور آپ کو زندہ جلانے کا حکم دیا تا کہ ان کے دیوتا ان سے خوش ہو جائیں اور ان پر مزید نظرِ عنایت کریں۔ ایک بڑا لمبا چوڑا اور گہرا گڑھا کھودا گیا جو کسی خندق سے کم نہ تھا، لوگ اس میں ایندھن لا کر جمع کرنے لگے، جب گڑھا لکڑیوں سے خوب بھر گیا تو اس میں آگ سلگائی گئی، کئی روز تک یہ آگ جلائی گئی تا کہ خندق اوپر سے نیچے تک آگ سے بھر جائے۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ آگ اس قدر بھڑک چکی ہے کہ اس میں سیدنا ابراہیم کے زندہ بچ نکلنے کا کوئی امکان نہیں تو انھوں نے وقت کے نبی مرسل کو اس آگ میں دھکیل دیا جس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ربّ پر کامل بھروسہ تھا، لہٰذا وہ آگ میں گرائے جاتے وقت پوری طرح مطمئن تھے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بے یار و مددگار نہ چھوڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر آگ نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔ آپ کا ایک بال بھی نہ جلا۔ قوم چند دن آگ کے پاس جشن مناتی رہی لیکن سیّدنا ابراہیم علیہ السلام وہاں سے صحیح سلامت بچ نکلے۔ (سورۃ الانبیاء:75-70، قصص القرآن)

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے مومن ساتھیوں سیّدنا لوط اور اپنی زوجہ محترمہ سیّدہ سارہ

کے ساتھ اپنے شہر سے دور نکل گئے تو اللہ تعالیٰ نے کلدانیوں پر سخت عذاب نازل کیا اور ان کی بستی کو الٹا دیا۔ (سورۃ الصافات: 98)

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عراق و شام میں دعوتِ توحید پھیلاتے ہوئے فلسطین پہنچے، جہاں انھوں نے کچھ عرصہ قیام کیا، دینِ حق کی دعوت دی اور پھر وادئ سینا سے ہوتے ہوئے مصر جا پہنچے۔ وہاں آپ بادشاہِ وقت فرعون کے مہمان بنے۔ اس دوران فرعون نے زوجہ ابراہیم سیدہ سارہ پر بدنیتی سے ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی، جس کے نتیجے میں اس کا ہاتھ مفلوج ہوگیا آخر منّت سماجت سے سیدہ سارہ سے اپنے حق میں دعا کرائی جس سے اس کا ہاتھ درست ہوگیا۔ ان کی اس کرامت سے متأثر ہو کر اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ کا نکاح سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے کر دیا اور انھیں ان کے ساز و سامان اور مزید تحائف کے ساتھ رخصت کیا۔ تب سیّدنا ابراہیم فلسطین لوٹ آئے اور آپ نے یہیں بسیرا کر لیا۔ (مسند احمد: ح 9230، بخاری: ح 2217)

سیّدنا اسماعیل علیہ السلام

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے پہلے نکاح کو کافی عرصہ بیت گیا تھا مگر تا حال ان کے کوئی اولاد نہ تھی، آپ کی شدید خواہش تھی کہ آپ کو اپنا وارث مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش اس طرح پوری کی کہ آپ کی دوسری بیوی سیّدہ ہاجرہ کے بطن سے پیارا سا بیٹا آپ کو عنایت فرمایا، جس کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ سیدنا ابراہیم نے اپنی دونوں بیویوں کو اکٹھے ٹھہرا رکھا تھا۔ جب سیدہ سارہ نے دیکھا کہ ان کے بعد سیدنا ابراہیم کے حبالۂ عقد میں آنے والی بیوی کی گود بھر گئی ہے اور ان کے شوہر فطری طور پر سیّدہ ہاجرہ اور ان کے بیٹے سیدنا اسماعیل کو زیادہ وقت دینے لگے ہیں تو ان کی نسوانی رقابت کی حس بھڑک اُٹھی۔ چنانچہ انھوں نے سیدنا ابراہیم سے مطالبہ کر دیا کہ وہ اپنی دوسری بیوی اور اس کے بیٹے کو ان سے دور کسی الگ مکان میں ٹھہرائیں۔ سیدنا ابراہیم ابتداًء اس پر آمادہ نہ تھے مگر پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ سیّدہ ہاجرہ اور اپنے بیٹے اسماعیل کو ایک الگ جگہ ٹھہرائیں۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام حکم الٰہی سے سیدہ ہاجرہ اور شیرخوار اسماعیل کو لے کر فلسطین سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ حجاز میں جبل ابوقبیس کے دامن میں واقع صفا و مروہ پہاڑیوں کے بیچ کی وادی میں انھیں جا ٹھہرایا۔ یہ بعینہٖ وہی جگہ تھی جہاں سیدنا آدم علیہ السلام نے پہلی بار بیت اللہ تعمیر کیا

تھا۔اب بیت اللہ کا احاطہ تو باقی نہ رہا تھا تاہم عرصۂ دراز گزر جانے کے باعث ریت جمع ہونے سے وہاں ایک بلند ٹیلے کی شکل میں اس کی بنیادیں محفوظ تھیں۔سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ کو بتایا کہ وہ انھیں حکم الٰہی سے اس بے آب و گیاہ سرزمین میں چھوڑے جا رہے ہیں۔چنانچہ وہ انھیں کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا مشکیزہ دے کر اللہ کی امان میں سونپ کر فلسطین واپس لوٹ گئے۔ کھجوریں اور پانی کب تک ان کی پیاس مٹاتے، آخر پانی ختم ہو گیا۔سیّدہ ہاجرہ پانی کی تلاش کے لیے ادھر ادھر دوڑیں۔پانی کی کمی (DEHYDRATION) کی وجہ سے ان کا اپنا دودھ بھی سوکھ چکا تھا۔شیر خوار اسماعیل بھوک اور پیاس سے بلک رہے تھے۔ماں سے بچے کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی تھی، وہ بھاگ کر صفا پہاڑی پر چڑھیں، دُور تک نظر دوڑائی مگر پانی کہیں نظر نہ آیا، صفا سے اُتر کر اِس کی مخالف جانب واقع مروہ پہاڑی کی طرف دوڑیں، وہاں اوپر چڑھ کے دُور تک نظر دوڑائی مگر اس طرف بھی پانی کہیں نظر نہ آیا۔واپس آ کر بچے کو دیکھا وہ پیاس سے تڑپ رہا تھا، لہٰذا پھر بے چینی و اضطراب کی حالت میں دوڑ کے صفا پر چڑھ گئیں کہ شاید کہیں پانی کے کوئی آثار نظر آ ئیں، مگر مایوسی ہوئی، دوڑ کے پھر مدمقابل مروہ پر چڑھیں اور پانی کی تلاش کے لیے نظریں دوڑائیں۔مگر ناکامی ہوئی۔اسی بے چینی کے ساتھ سات مرتبہ صفا و مروہ کے درمیان چکر لگائے۔ ساتویں چکر پر ابھی وہ مروہ سے اُترنے کا ارادہ کر رہی تھیں کہ انھوں نے دیکھا کہ شیر خوار اسماعیل کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہے، جو اپنی ایڑھی مار کر زمین کھود رہا ہے۔دیکھتے ہی دیکھتے اس جگہ سے جہاں فرشتے نے ایڑی ماری تھی پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا۔سیدہ ہاجرہ یہ منظر دیکھ کر کھِل اٹھیں، فرطِ مسرت سے دوڑ کر بچے کے قریب پہنچیں، پانی تیزی سے اُبل رہا تھا اور اردگرد بہتا جاتا تھا۔پانی کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے لیے بے ساختگی میں پانی سے کہا: زم زم (ٹھہر ٹھہر)، اور پانی کے اردگرد ریت کی منڈیر سی بنانے لگیں۔ پانی مسلسل اُبل رہا تھا اور ذرا سی دیر میں ڈھیر سا پانی جمع ہو گیا۔سیّدہ ہاجرہ نے چلو بھر بھر کے مشکیزہ پانی سے بھرا، انھوں نے خود بھی پیا اور شیر خوار بچے کو بھی پلایا۔فرشتہ قریب ہی کھڑا دیکھ رہا تھا، اس نے سیّدہ ہاجرہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ وہ اپنی جان کا خوف مت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو ہلاک کرنے والا نہیں۔فرشتے نے انھیں یہ بھی بتایا کہ جس جگہ وہ ٹھہرے ہیں یہاں اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، جسے یہ لڑکا اور اس کا باپ مل کر

دوبارہ تعمیر کریں گے۔قریب ہی ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کرکے بتلایا کہ یہاں بیت اللہ کی بنیادیں موجود ہیں۔(بخاری:ح3365)

مکہ کی دوبارہ آبادی

مکہ مکرمہ کی بنیاد سیدنا آدم و حوا علیہما السلام نے رکھی تھی، مگر اس وقت وسط عرب میں مستقل مکان بنانے کا رواج نہ تھا، کیونکہ انھیں شکار کی تلاش میں مسلسل متحرک رہنا پڑتا تھا۔سیدہ ہاجرہ کافی مدت تک اکیلے ہی اس بے آب و گیاہ بستی میں آباد رہیں، سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کبھی کبھی ان کی خیریت دریافت کرنے آجاتے تھے، کافی عرصہ بعد وہاں سے بنی جرہم قبیلہ کے کچھ لوگوں کا گزر ہوا۔ پانی اس خطے کی سب سے نایاب شے ہے۔ چنانچہ انھوں نے زمزم کنویں کی وجہ سے وہاں ٹھہرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔سیّدہ ہاجرہ نے انھیں اس شرط پر وہاں ٹھہرنے کی اجازت دی کہ پانی کے چشمے پر حق ملکیت سیدہ ہاجرہ کے خاندان کا ہوگا۔ کچھ عرصہ میں وہاں کئی گھرانے آباد ہوگئے اور یوں مکہ مکرمہ ایک بار پھر آباد ہوگیا۔(ایضاً)

سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی

وقت یونہی گزرتا گیا، سیدنا اسماعیل مکہ کی سرزمین پر کھیل کود کر پرورش پاتے رہے تاآنکہ وہ سن بلوغ کو پہنچ گئے۔سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے مسلسل تین راتیں ایک عجیب خواب دیکھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے سیدنا اسماعیل کو اپنے ہاتھوں ذبح کررہے ہیں۔ نبی کا خواب محض 'خواب' نہیں ہوتا بلکہ یہ وحی الٰہی کی متعدد اقسام میں سے ایک قسم ہے، چنانچہ آپ اس آزمائش کے لیے آمادہ ہوگئے۔آپ نے اپنے اس خواب کا تذکرہ بیٹے سے کیا تو تسلیم و رضا کے پیکر نے کہا کہ حکم الٰہی کی تعمیل میں دیر مت کیجیے، آپ مجھے صابر و شاکر پائیں گے۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے جگر گوشے کو قربانی کرنے کے لیے لے کر صحرا کی طرف چل دیے جب اس میدان میں پہنچے جسے آج منیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تو بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا اور تیز چھری اس کی گردن پر رکھ کر چلانی شروع کی۔ابھی آپ نے ہاتھ کو حرکت دی ہی تھی کہ وحیٔ الٰہی کا نزول ہوا کہ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچا کردکھایا، لہٰذا تم اس مشکل امتحان میں کامیاب قرار پائے ہو۔کامرانی کا یہ مژدہ سن کر

جناب ابراہیم علیہ السلام کھل اُٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک مینڈھا وہاں حاضر کر دیا کہ اب بیٹے کے بدلے اس کی قربانی کیجیے۔ آپ نے وہیں وہ مینڈھا ذبح کیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے آپ کو اس امتحان میں سرخرو کیا۔ (سورۃ الصافات: 107، مسند احمد: ح 2707) اس آزمائش کے بعد سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سیدنا اسماعیل کو اس کی ماں کے سپرد کیا اور واپس فلسطین تشریف لے گئے۔ وہاں فرشتوں نے آپ کو سیّدہ سارہ کے بطن سے سیّدنا اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری سنائی۔ چنانچہ مقررہ مدت کے بعد سیّدنا اسحاق پیدا ہوئے۔ (سورۃ ہود: 73)

سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی شادی

مکہ میں جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام بلوغت کے عروج کو پہنچے تو سیدہ ہاجرہ نے بنی جرہم کی ایک لڑکی سے ان کا نکاح کر دیا۔ اس نکاح کے کچھ عرصہ بعد سیدہ ہاجرہ کی وفات ہوگئی۔ کچھ عرصہ بعد سیدنا ابراہیم اہل خانہ سے ملنے مکہ تشریف لائے۔ سیدنا اسماعیل کسی کام کاج کے سلسلے میں گھر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ لہٰذا ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ البتہ گھر پر بہو موجود تھی، اس نے حالات کی تنگی ترشی کا شکوہ شروع کر دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے لیے پیغام چھوڑ دیا کہ اپنے مکان کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ بیٹے کو پیغام ملا تو باپ کا اشارہ سمجھ گئے، چنانچہ انھوں نے اس ناسپاس بیوی کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد انھوں نے بنی جرہم کی دوسری لڑکی سے شادی کر لی جو مضاض بن عمرو جرہمی کی بیٹی تھی۔ کچھ عرصہ بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام دوبارہ مکہ تشریف لائے۔ اتفاق سے اس بار بھی بیٹے سے ملاقات نہ ہو سکی البتہ سیدنا اسماعیل کی دوسری بیوی بنتِ مضاض گھر پہ موجود تھیں۔ یہ خاتون نہایت سمجھ دار اور صابر و شاکر تھیں۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انھیں برکت کی دُعا دی اور بیٹے کے لیے پیغام چھوڑا کہ مکان کی نئی چوکھٹ خوب ہے اس کی حفاظت کریں۔ سیدنا اسماعیل باپ کا یہ پیغام سن کر خوش ہوئے اور بنتِ مضاض کو ہی اپنے عقد میں رکھا۔

بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ وہ فلسطین سے مکہ تشریف لائے۔ اس وقت اسماعیل زمزم کنویں کی منڈیر پر بیٹھے تیر سیدھا کر رہے تھے۔

باپ بیٹے کی آنکھیں چار ہوئی، دونوں فرطِ محبت و اشتیاق سے ایک دوسرے کی طرف لپکے، بغل گیر ہوئے اور باپ نے بیٹے کا بوسہ لیا۔ سلام دعا اور نیک تمناؤں کے تبادلے کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں از سرِ نو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ بیٹے نے اس عظیم کام میں شریک ہونے کی فوراً حامی بھرلی۔ چنانچہ انھوں نے اس ٹیلے کی ریت ہٹائی جس کی نشاندہی ملائکہ نے کی تھی۔ تھوڑی سی کھدائی کے بعد بیت اللہ کی وہ بنیادیں اُبھر آئیں جو سیّدنا ابوالبشر آدم علیہ السلام نے رکھی تھیں۔ انھیں انہی بنیادوں کو بلند کرنے کا حکم ملا تھا۔ بیٹا پتھر اور گارا اُٹھا کر لاتا اور باپ انھیں دیوار کی شکل میں چنتا جاتا، تا آنکہ دیواریں سیدنا ابراہیم کے قد کے برابر ہوگئیں۔ دیواروں کو مزید اونچا کرنے کے لیے سیدنا اسماعیل نے بڑا پتھر بیت اللہ کی دیوار کے ساتھ لا کے رکھ دیا، جس پہ چڑھ کے جناب ابراہیم نے پتھروں کی مزید چنائی کی۔ اس پتھر پر گارا لگا تھا جس کی وجہ سے سیدنا ابراہیم کے پاؤں کے نشانات پتھر پر نقش ہوگئے، اسی پتھر کو مقامِ ابراہیم کہلانے کا شرف حاصل ہوا۔

بیت اللہ کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ توحید خالص کا ایک مرکز عین وسط عالم میں دوبارہ بن جائے، لوگ اس کی زیارت کے لیے دور و نزدیک سے حاضر ہوں، اس کا طواف کریں، اس کے پاس معتکف ہوں، یہاں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت بجالائیں، اپنا تزکیۂ نفس کریں اور نورِ توحید سے اپنے قلب و دماغ کو معمور کر کے جائیں۔ نیز یہ کہ اہل عالم عبادتِ الٰہی کے وقت اسے اپنا قبلہ بنائیں، کیونکہ بیت اللہ محض پتھروں سے بنے ہوئے مکعب کمرے کا نام نہیں بلکہ اس مقام کی اصل اہمیت یہ ہے کہ یہ احاطہ تجلیاتِ الٰہی کا مرکز و منبع ہے، جہاں سے کل عالم میں اللہ کا نور پھیلتا ہے۔

رسولِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دُعا

بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہونے پر سیدنا ابراہیم، سیدنا اسماعیل علیہما السلام نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے اس عمل کو شرفِ قبولیت بخشے، مکہ کو امن و سلامتی کا مرکز بنادے، اس کے باشندوں کو وافر رزق عطا فرمائے اور ان کی اولاد میں ایک صالح اُمت پیدا فرمائے جو اس کی فرمانبرداری کا دَم بھرتی رہے، نیز اس اُمت میں ایسا بے نظیر رسول مبعوث فرمائے جو حامل کتاب ہو، لوگوں کو اس کتاب کے ذریعے دعوت دے، ان کا تزکیۂ نفس کرے اور انھیں کتاب و حکمت کی

تعلیم دے۔(سورۃ البقرۃ:127-129)

سیّدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد

سیدنا اسماعیل علیہ السلام تمام عربوں کے باپ ہیں، کیونکہ موجودہ عربوں کی تمام نسلیں انہی کی اولاد ہیں۔سیدنا اسماعیل کے بارہ بیٹے تھے،جن کے نام یہ ہیں: نابت،قیذر،اذبل،منشا، مِسمعا،ماشی،دِمّا،اذر،طیما،بطورا،نبش،قیذ ما۔(السیرۃ النبویہ لابن ہشام) ان سب کی ماں رعلہ بنت مضاض بن عمرالجرہمی تھیں(کتاب المغازی لابن اسحاق)۔سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے سب سے بڑے بیٹے نابت کی نسل سے ہیں۔سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام نَسمہ تھا۔سیدنا اسماعیل کی اولاد کو بہت فروغ حاصل ہوا۔خود ان کی زندگی میں ان کی نسلیں مکہ مکرمہ سے باہر دور دراز تک پھیل گئیں۔یہاں تک کہ جب انھوں نے ایک سوتیس سال کی عمر میں وفات پائی تو اس وقت تک آپ کی نسل یمن،عراق،شام اور فلسطین کے علاقوں میں بھی آباد ہو چکی تھی۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْل

يَّاْتِی مِن بَعْدِی

اسْمُهٗ اَحْمَد

(حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا:) میں بشارت سناتا ہوں ایک پیغمبر کی

جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔

(القرآن 6:61)

ان شآء اللّٰہ

کشمیر کی آزادی کا خواب پورا ہو کر رہے گا!

ابو فیصل محمد منظور انور
جھنگ صدر

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے، ان کو اپنی منزل، آسمانوں میں

پانچ فروری کو دنیا بھر کے مسلمان کشمیری بھائیوں کے ساتھ یومِ یکجہتی کشمیر مناتے ہیں اس روز دنیا بھر میں جلسے جلوس منعقد ہوتے اور ریلیاں نکالی جاتی ہیں حسب معمول اس سال بھی یوم یکجہتی کشمیر منایا گیا آزاد کشمیر میں کشمیری بھائیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیلئے انسانی ہاتھوں کی زنجیر بنائی گئی۔ یہ سلسلہ عرصے سے جاری ہے اقوام عالم کو باور کرایا جاتا ہے کہ اس مہذب دنیا میں وادی کشمیر کے لاکھوں مسلمان بھارتی حکومت کے ظلم و بربریّت کا شکار ہیں جو اپنے جبری قبضے کو سنگینوں کے سائے میں برقرار رکھے ہوئے ہیے بھارتی حکومت کے غاصبانہ ناجائز قبضے کو اب 70 سال ہو رہے ہیں آزادی کے پروانوں کی دوسری تیسری نسل اپنی جانوں کے نذرانے دینے کے لئے میدان کارزار میں ہے بُت پرست ہندوؤں نے وادیٔ کشمیر کو ملک کا اٹوٹ انگ قرار دے کر علانیہ جنگ مسلّط کر رکھی ہے اور کشمیریوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھا کر انھیں ختم کرنے کی ناپاک سازشوں میں مصروف ہیں اسی تنازعہ پر پاک بھارت کئی جنگیں بھی ہو چکی ہیں کشمیری مجاہدین کے جذبہ حریّت کو دبانا ناممکن ہے ہندو کی وادیٔ کشمیر پر مستقل قبضے کی یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں ہو سکتی لاکھوں کشمیریوں کا خونِ ناحق ایک دن ضرور رنگ لائے گا۔ دنیا کی تاریخ بتاتی

ہے کہ آزادی کے متوالوں کی قربانیاں اور خون رنگ لاتا ہے اور بالآخر وہی ہمیشہ اپنی منزل مقصود تک پہنچتے ہیں۔ وادیٔ کشمیر میں چند ماہ قبل ایک نوجوان برہان الدین وانی کی شہادت کے بعد بھارتی فوج نے طاقت کا ظالمانہ بے دریغ استعمال شروع کر رکھا ہے۔ 8 جولائی 2016ء سے لے کر اب تک 150 سے زائد نہتے کشمیری مسلمان شہید ہو چکے ہیں ممنوعہ پیلٹ گن کے استعمال سے سینکڑوں نوجوان آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو چکے ہیں اور ہزاروں شدید زخمی ہیں۔

مسئلہ کشمیر دراصل دنیا کی بڑی طاقتوں کی منافقت کا نتیجہ ہے اور افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس مسئلہ پر بین الاقوامی برادری تو دُور کی بات برادر مسلم ممالک سے بھی جس حمایت کی توقع تھی وہ بھی حاصل نہیں ہو سکی مسلم ممالک بھی پاکستانی حکومت کا ساتھ دینے کیلئے تیار نظر نہیں آتے یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ موجودہ حکومت سفارتی سطح پر مطلوبہ دوست ممالک کی بھی مکمل حمایت حاصل نہیں کر سکی۔ پچھلے سال روس کے شہر اوفا میں وزیراعظم نواز شریف اور نریندر مودی کے درمیان ملاقات کے دوران مسئلہ کشمیر کو بالکل نظرانداز کیا گیا اور جو مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا اس میں کشمیر کے ذکر تک سے گریز کیا گیا امور کشمیر کمیٹی اور اس کے چیئرمین مولانا فضل الرحمٰن صاحب عملی طور پر خوابِ خرگوش کی سی نیند میں محوِ استراحت نظر آتے ہیں ممتاز کشمیری رہنما سید علی گیلانی کا یہ کہنا کہ امور کشمیر کمیٹی کے چیرمین مولانا صاحب کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کیا جانا چاہیے ایک صائب مشورہ ہے۔ کشمیر کمیٹی کی عدمِ فعالیّت کشمیریوں کے ساتھ یکجہتی کے زبانی کلامی دعویدار حکمرانوں کی اصلیت کو ظاہر کرتی ہے ان سے کسی عملی اقدام اور خیر کی توقع رکھنے والے انگشت بدنداں ہیں کشمیریوں پر مظالم کی انتہا ہے مگر مسلم لیگی حکومت مسٹر مودی ایسے مسلم دشمن حکمران کی محبت میں گرفتار ہے۔ کلمہ طیبہ اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک خداداد پاکستان میں فحاشی و عُریانی اور مسلم دشمنی پر مبنی بھارتی فلموں کی نمائش کی اجازت دینا لمحہ فکریہ ہے؟ ایک برادر اسلامی ملک دوبئ کے ناعاقبت اندیش حکمران بادشاہ کا کچھ عرصہ قبل اسلام دشمن بھارتی وزیراعظم مسٹر مودی کو اپنے ملک بلانا، بڑے شاہانہ طور طریقے سے استقبال کرنا، ایک عرب مسلمان ملک میں ایک بڑے مندر کے لئے اجازت دینا دنیائے اسلام کے لئے حیران کن ہی نہیں بلکہ ناقابل فہم تھا اب اسی شہزادے نے اسلام دشمن ملک کے یوم جمہوریہ کے موقع پر بطور مہمان خصوصی نہ صرف شرکت کی بلکہ 75 ارب ڈالرز کی سرمایہ کاری کا عندیہ دیا ہے یہ اس وقت ہو رہا تھا جب وادی کے

مظلوم کشمیری بھارتی یوم جمہوریہ کے خلاف یوم سیاہ منا رہے تھے وادیٔ کشمیر کے نہتے مظلوم مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں اور ان کے گلے کاٹے جا رہے ہیں نادان عرب شہزادوں کے یہ چلن مظلوم کشمیری مسلمانوں کی تحریک آزادی کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہیں میرے خیال میں اسلام دشمنی کی اس سے زیادہ بُری مثال اور کوئی نہیں ہو سکتی مسلم دنیا میں آمریت کے طویل دور ختم ہونے کو ہیں اسے اور اس جیسے دیگر نام نہاد مسلم بادشاہوں کو جلد یا بدیر اپنے بھیانک انجام سے دوچار ہونا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت ہے کہ وہ مشرکین اور اسلام دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچاتا ہے اور تاریخ ایسے صفحات سے بھری پڑی ہے اور اس جیسے عرب شہزادوں کو اللہ کے عتاب کا انتظار کرنا چاہئے شاید یہ بہت ہی قریب ہے عرب بہار کے نام سے جو تحریکیں شروع ہیں وہ رکنے والی نہیں بلکہ ایسے ہی اقتدار پرست عناصر کے خاتمے پر ہی منتج ہوں گی بھارتی چالوں اور عیّاریوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف ان کا دفتر خارجہ نئی شرائط کیساتھ مقبوضہ کشمیر کے مسئلے پر مذاکرات کی بات کرتا ہے تو دوسری جانب تحریک آزادی کشمیر کو طاقت کے بل بوتے پر دبانا چاہتا ہے دراصل امریکہ، بھارت اور اسرائیل مل کر نہ صرف کشمیر بلکہ پاکستان کیخلاف سازشیں کر کے اس مسئلہ کو دبانا چاہتے ہیں یہ ازل سے پاکستان کو کمزور کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں مسئلہ کشمیر کا پس منظر یہ ہے کہ بیسویں صدی میں 27ویں رمضان المبارک 1366ھ۔ 14 اگست 1947ء کے دن مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا مگر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے برطانوی سازش کو پروان چڑھاتے ہوئے ضلع گرداسپور کو مشرقی پنجاب میں شامل کر کے کشمیر کے تنازعہ کی بنیاد رکھی جس کا خمیازہ مظلوم کشمیری آج تک بھگت رہے ہیں حالانکہ تقسیم برصغیر کے وقت ریاستوں کو پاکستان یا ہندوستان کیساتھ الحاق کرنے یا پھر اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھنے کا اختیار دیا گیا تھا مگر تقسیم ہند کے فوری بعد بھارت نے عالمی معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے 1947ء میں ہی مسلم اکثریتی ریاست کشمیر سمیت حیدر آباد دکن، جوناگڑھ، مناءودر اور دیگر مسلمان اکثریتی علاقوں پر غیر قانونی طور پر طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کر لیا تھا جذبۂ حریّت سے سرشار کشمیری مسلمانوں اور قبائلیوں نے مل کر جہاد کیا اور وادیٔ کشمیر کا 5ہزار مربع میل کا علاقہ بھارتی چنگل سے آزاد کرا لیا جہاں آج آزاد کشمیر کی حکومت ہے مگر ابھی تک تقریباً 80ہزار مربع میل علاقہ گزشتہ 70 سالوں سے بھارت کے غاصبانہ قبضہ میں ہے جب

کشمیری مسلمانوں اور قبائلی مسلمان مجاہدین نے مل کر جہاد شروع کیا تو بھارت جھوٹا واویلا کرتے ہوئے اقوام متحدہ چلا گیا اور اس سے فیصلے کی درخواست کی۔ 30 اکتوبر 1947ء کو ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے لیاقت علی خان کو سرکاری ٹیلیگرام بھیج کر یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کو مکمل یقین دہانی کراتے ہیں کہ جیسے ہی امن ہوگا اور حالات بہتر ہوں گے ہم اپنی تمام فوجیں کشمیر سے نکال لیں گیا ور اس بات کا فیصلہ رائے شماری کے ذریعے کرایا جائے گا اور کشمیریوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جائیگا کہ وہ پاکستان یا بھارت میں کس کیساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ میرا اور بھارتی حکومت کا یہ وعدہ صرف پاکستان سے ہی نہیں بلکہ کشمیریوں اور تمام دنیا بھر سے بھی ہے کہ ہم رائے شماری کے نتائج کا پوری ایمانداری اور سپرٹ سے احترام کریں گے۔ پنڈت نہرو نے یو این او سے رجوع کیا جولائی 1947ء میں یو این او نے ایک پانچ رکنی کمیشن بنایا جس کی تفصیل یہ ہے

UN Commission

Josef Korbel was delegate of Czechoslovakia on the UN Commission and its elected Chair۔The five member United Nations Commission for India and Pakistan (UNCIP) consisted of the representatives from Czechoslovakia (Josef Korbel), Argentina (Ricardo Siri), Belgium (Egbert Graeffe), Colombia (Alfredo Lozano) and the United States (Jerome Klahr Huddle). It secretariat was headed by Erik Colban, the Norwegian ambassador to the UK, with the British Quaker Richard Symonds acting as Colban's secretary.[22]

Sources state that the political atmosphere in both India and Pakistan was hostile to the Commission upon its arrival in the subcontinent in July 1947.[23}

اس کمیشن کے تحت 13 اگست 1948ء کو دونوں حکومتوں کے مابین تین نکات پر اتفاق ہوا اور سیز فائر ہو گیا تھا مگر تب سے اب تک کوئی نتیجہ سامنے نہیں آیا ہے۔ 13 اگست 1948ء میں جو قرارداد منظور ہوئی اس میں واضح طور پر لکھا تھا:

"The question of the accession of the state Jamu and Kashmir to India or Pakistan will be decided through the democratic method of free and impartial plebiscite"

مگر یہ وعدہ آج تک وفا نہ ہوا۔ یو این او کے ہر آنیوالے سیکرٹری جنرل کی میز پر کشمیر کے مستقبل بارے منظور ہونیوالی قراردادیں موجود ہوتی ہیں جن میں لکھا ہے کہ سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کمیشن کی رائے سے کشمیر میں Plebiscite ایڈمنسٹریٹر مقرر کریں گے جن کی غیر جانبداری، اصول پرستی اور ایمانداری مسلّمہ ہوگی اور جسے فریقین کا اعتماد حاصل ہوگا۔ مگر پاکستان اور کشمیری سات عشروں سے انتظار کی سولی پر لٹکے ہوئے ہیں اس لئے کہ عالمی ضمیر مُردہ ہو چکا ہے اور منظور شدہ قراردادوں پر عمل درآمد کی نوبت ہی نہیں آئی ہے۔

جنوبی افریقہ کے عظیم لیڈر نیلسن منڈیلا نے ستمبر 1998ء میں ڈربن میں منعقدہ NAM کانفرنس میں اپنی صدارتی تقریر کے دوران بھارتی وزیراعظم اٹل بہاری باجپائی کیوبن صدر فیڈرل کاسترو اور UN سیکرٹری جنرل کوفی عنان کی موجودگی میں بھارتی وفد کے ڈیسک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ تاریخی جملہ کہا تھا کہ ''کشمیر پر بھارتی قبضہ سراسر ناجائز، غیر منصفانہ اور unsustainable ہے'' انہوں نے دنیا کو وارننگ دیتے ہوئے کہا کہ اگر جلد ہی کشمیر کا کوئی پرامن تصفیہ نہ کرایا گیا تو یہ گلوبل امن اور علاقائی سلامتی کیلئے سنگین خطرات کا باعث ہوسکتا ہے 21ویں صدی کی پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آجائیگی اور پھر NAM جیسی تنظیمیں بھی بے معنی ہوکر رہ جائیں گی۔ 26 مارچ 2004ء کو برطانیہ کے وزیر خارجہ جیک سٹرا نے پشاور یونیورسٹی کے ایریا سٹڈی سنٹر میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا پاکستان اور انڈیا کے درمیان 1947ء سے جاری مسئلہ کشمیر اگر حل ہوجاتا ہے تو اس سے اسلام اور مغرب کے درمیان غلط فہمی اور نفرتوں کا سلسلہ بھی کم ہوکر ختم ہوجائیگا۔ بھارت کے سابق سیکرٹری اطلاعات ونشریات ایس ایس گل کی کتاب ,,The Dynesty,, کے یہ الفاظ پڑھنے کے قابل ہیں

"For India Kashmir has become self inflicted wound that has bled her over the years and destroyed India's foreign policy"

ایس ایس گل یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ کشمیر پر بھارت کی کمزور پوزیشن نے اسے اخلاقی طور پر سفارتی محاذ پر ختم کرکے رکھ دیا ہے۔

اقوام متحدہ نے 1948ء سے 1952ء تک اور پھر بعدازاں کل 22 قراردادیں منظور کیں جس میں کشمیریوں کو ان کے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کیلئے رائے شماری کا حق دیا گیا ہے بھارتی غاصب حکمران 70 سالوں سے کشمیر پر فوجی طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کیے ہوئے ہیں مگر کشمیری عوام آزادی کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں اب تک 5 لاکھ کشمیری شہید ہوچکے ہیں لاکھوں زخمی

ہیں قید ہیں لا پتہ ہیں اوران کی اربوں روپے مالیتی املاک کو نذر آتش کر دیا گیا وادی کشمیر میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے 2 کروڑ مظلوم کشمیری مسلمانوں کو حق خود ارادیت دلانا، نا صرف پاکستانی قوم بلکہ امت مسلمہ پر فرض ہے جس سے پہلوتہی پر انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کے عمل سے گزرنا ہوگا ہندو سامراج اور یہودیوں نے پاکستان کے وجود کو دل سے تسلیم ہی نہیں کیا اور پاکستانی سالمیت کو نقصان پہنچانے کیلیئے ابھی تک سازشیں کر رہا ہے اسی ماہ لاہور کوئٹہ سمیت دیگر مقامات پر بم دھما کے جن میں اعلیٰ پولیس افسران سمیت درجنوں افراد کی شہادت ہوئی ستر سے زائد افراد زخمی ہوئے اور کنٹرول لائن پر بلا اشتعال فائرنگ بھارتی خفیہ ایجنسی 'را' ہی کی کارستانی ہے جو ایسے واقعات کے ذریعے کشمیر میں جاری مظالم سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لئے کر رہی ہے بھارتی خفیہ ایجنسی 'را' کے گرفتار جاسوس کلبھوشن کے انکشافات پاکستانی حکمرانوں و عالمی امن کے ٹھیکیداروں کی آنکھیں کھولنے لئے کافی ہیں مگر یہ بات بھی طے ہے کہ مسئلہ کشمیر مذاکرات سے نہیں صرف اور صرف عملی جہاد سے ہی حل ہوگا۔ ہندو بنیا حیلے بہانے کر کے اس دیرینہ مسئلے کو طول دے کر ختم کروانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے مگر اسے جلدی یا بدیر اپنا ناجائز قبضہ ختم کرنا ہوگا۔

حالیہ دنوں میں کشمیری مسلمان نوجوانوں نے جذبۂ آزادی سے سرشار ہو کر تحریک آزادی کو نئے رخ پر ڈال دیا ہے امید ہو چلی ہے کہ آزادی کی تحریک کامیابی سے ضرور ہمکنار ہوگی اقوام عالم مصلحت کوشی کی پالیسیوں کو خیر باد کہہ رہی ہیں دنیا میں آزادی کی تحریکوں کو کامیابیاں مل رہی ہیں وہ دن دور نہیں جب ہمارے کشمیری بھائی آزاد ملک میں رہ رہے ہونگے قائداعظم مرحوم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا جس کے بغیر پاکستان نامکمل ہے مسلم حکمرانوں، حکومت پاکستان اور اقوام عالم کا فرض ہے کہ وہ مظلوم کشمیریوں کی آزادی کے لئے دی گئی جانی و مالی قربانیوں کا ادراک کریں اور اپنے تئیں پر خلوص کوششیں کر کے اس مسئلہ کو جلد حل کرنے کی کوشش کریں پاکستانی عوام اور حکومت مظلوم کشمیریوں کو حق خود ارادیت دلانے کے لئے دنیا کے ہر فورم پر ان کی سیاسی اور اخلاقی حمایت جاری رکھیں گے۔ بھارت اور اس کے حاشیہ نشین یہ بات یاد رکھیں کہ کشمیری عوام جذبہ جہاد سے سرشار ہیں اور آزادی کے حصول تک ان کی پُر امن جدو جہد جاری رہے گی مجاہدین کی قربانیاں رنگ لائیں گی اور وہ ایک دن آزاد وطن میں رہ کر دنیا میں اپنا اہم کردار ادا کریں گے ان شاءاللہ۔

سچ کہا تھا علامہ اقبالؒ نے ع جو ہو ذوقِ یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

دنیا میں

مستقبل کا نظامِ حکومت

سیکولر جمہوریت نہیں، اسلام کا نظام فضیلت ہے

محمد رشید عمر فیصل آباد

0300-6690953

اسلام ہی ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جس میں داخل ہو کر ہی انسان اپنی دنیا اور آخرت کو بچا سکتا ہے۔ اس سے باہر رہنے والوں کی مثال تو ایک ایسے انسان کی ہے جسے جنگل میں ایک بھوکے شیر نے اپنے جبڑوں میں دبوچا ہوا ہے اور عنقریب وہ اسے اپنے پیٹ کے جہنم کا ایندھن بنانے والا ہے کوئی اسے چھڑا نہیں سکتا سوائے اس کے کہ کوئی نجات دہندہ طاقت ور گولی کے فائر سے اس شیر کا بھیجا اڑا دے اور اسے اس کے جبڑوں سے نکال کر محفوظ قلعے میں داخل کر دے۔ اسلام سے باہر انسانوں کی مثال یہی ہے۔ شیطان نے انہیں جبڑوں میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ انہیں ابدی جہنم کا ایندھن بنائے بغیر نہیں چھوڑے گا، اِلّا یہ کہ توبہ اور ایمان کی گولی سے اسے ہلاک کر دیا جائے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نظام حیات ہے اس کے علاوہ کوئی نظام حیات اللہ تعالیٰ کو قابل قبول نہیں ہے۔ لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ پاکستان سمیت اکثر مسلمان ملکوں میں جمہوریّت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ یہ نظام نہ تو مسلمان حکمرانوں کا وضع کردہ ہے نہ ہی مسلمان دانش وروں نے اسے ایجاد کیا ہے بلکہ یہ نظام یہود و نصاریٰ کا متعارف کردہ ہے جسے انہوں نے بادشاہت اور پاپائیت کے گٹھ جوڑ کو مسترد کر کے اختیار کیا۔ حکمرانی کے اختیار کو فردِ واحد کی بجائے عوام الناس کو تفویض کر دیا گیا اور بالغ رائے دہندگی کی بنیاد پر انہیں اپنے نمائندے منتخب کرنے کا

حق دیا گیا اور یہ نمائندے پارلیمنٹ میں اکثریّت کی بنیاد پر قانون دہندگان اور حکمران بن کر نظامِ حکومت چلانے لگے۔اس نظام کی خرابیاں اور اسلام کی خوبیاں یہ ہیں:

(1) اس میں عوام الناس کی حکومت اور پارلیمنٹ کی بالادستی کا اعتراف کیا جاتا ہے جبکہ اصل حکمران اللہ کی ذات پاک ہے۔انسان تو اس کے نائب ہیں۔

(2) قانون سازی منتخب نمائندوں کی اکثریت کی رائے کے مطابق کی جاتی ہے۔اکثریت اگر مرد کی مرد سے شادی کے حق میں ہوجائے،شراب حلال قرار دے،سود کو جائز قرار دے تو کوئی اس کے خلاف نہیں کرسکتا۔ان کی رائے قانون کا درجہ اختیار کرلے گی۔جبکہ اسلام میں قانون دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔بندوں کا کام ان کے دیے قانون کی بہترین انداز میں تنفیذ کا ہے۔

(3) جمہوری نظام کی بنیاد یہ ہے کہ تمام انسان برابر کا حق رکھتے ہیں چاہے کوئی مؤذّن ہے یا گویّا، کوئی عابد شب بیدار ہے یا کوئی بدکار،کوئی دیانت دار ہے یا کوئی خائن اس میں کوئی تمیز نہیں کی جاتی، سب برابر ہیں۔یہ بنیادی تصور ہی غلط ہے۔یہ غیر منصفانہ انسانی برابری کسی اخلاقی اصول یا انسانی رویوں کے تجربوں پر پوری نہیں اترتی،تمام انسان علم،عقل اور صلاحیتوں کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں،اللہ تعالیٰ نے ان میں فرق وتفادت رکھا ہے۔یہاں تک کہ انبیاء اور رُسل بھی برابر نہیں۔اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض اعتبارات سے بعض پر فضیلت دی ہے۔تو تمام انسانوں کو کس بنیاد پر برابر سمجھ لیا جائے۔جس نظام کی بنیاد ہی غلط اصول پر ہوگی اس نظام سے کس خیر کی توقع کی جاسکتی ہے۔

(4) حکمرانی کا منصب ایک اعلیٰ انسانی خدمت کا منصب ہے جو اعلیٰ عزت وشرف کا متقاضی ہے۔جس نظام میں اس منصب کو بدکاروں،خائنوں، بھانڈوں اور فحش گو کی رائے کا محتاج بنادیں گے تو کیا اس سے انسانیت کی عزت وتوقیر ہوگی یا اس کی ذلت ورسوائی میں اضافہ ہوگا۔اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔اسلام میں انسانوں کی درجہ بندی ہے جس کا اصول اِنَّ اَکۡـرَمَـکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡـقَاکُمۡ (الحجرات) ہے۔ تمام انسان علم،عمل اور صلاحیتوں کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں واضح فرمایا ہے کہ گھر میں بیٹھے رہنے والے میدان جنگ میں جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں۔فتح مکہ سے پہلے جان مال سے جہاد کرنے والوں کے درجے بعد میں

جان مال لگانے والوں کونہیں مل سکتے۔سورۃ الجاثیہ میں فرمایا:

ترجمہ:''کیا برائیاں کرنے والے سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کے برابر بنادیں گے (اور) ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی (اگر یہ ایسا سمجھتے ہیں) تو برا فیصلہ ہے جو یہ کرتے ہیں''۔(آیت 21)

اصحابِ رسول ﷺ میں یہ درجہ بندی بالفعل موجود تھی اور حکمرانی کے اہل وہ ہی حضرات تھے جو ان میں تقویٰ، ایمان اور عمل صالح میں ممتاز تھے۔مسلمان معاشرے میں درجہ بندی کا نظام وضع کرنا اور اختیار کرنا آج بھی مشکل نہیں ہے۔جس طرح شناختی کارڈ ہر فرد کی جیب میں ہوتا ہے جس کی ساری معلومات حکومت کے پاس ایک مرکز میں ہوتی ہیں اسی طرح خود احتسابی کارڈ بنایا جاسکتا ہے۔ایسی پنچنگ مشینیں مساجد میں رکھی جاسکتی ہیں جن میں یہ ریکارڈ دن میں پانچ مرتبہ پنچ ہوتے رہیں اور تمام لوگوں کی ساری معلومات ایک مرکز میں جمع ہوتی رہیں۔منتخب نمائندوں پر آئین کی شق 63,62 لاگو کرنے کی بجائے عوام کی درجہ بندی کی جائے اور ایک خاص معیار کے لوگوں کو حکمرانوں کے انتخاب کا حق دیا جائے۔قرآن مجید میں کئی مقامات پر یہ شہادت موجود ہے کہ اعلیٰ اوصاف کے حامل لوگ اقلیت میں ہوتے ہیں وہی انسانیت کا حاصل ہیں۔عنانِ اقتدار انہیں کے ہاتھوں میں دینا چاہئے۔

(5) جمہوری نظام میں حکمرانوں کا انتخاب اکثریت کی رائے یا نفسیات کے تابع ہوتا ہے جس کے متعلق خالق کائنات کا فیصلہ ہے کہ اکثریت کی اِتباع راہِ راست پر نہیں چلا سکتی۔اکثریت کا معاملہ ٹھوس علمی بنیادوں کی بجائے ظن وگمان اور اٹکل پر ہوتا ہے۔اس کے مقابلے میں اسلام انسانی زندگی کے اس اہم معاملہ کو نفسیاتِ انسانی کے حوالے نہیں کرتا بلکہ اپنی طرف سے حکمرانوں کے اوصاف کا ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔جو لوگ اس ڈھانچے میں فٹ ہوں وہ ہی اس منصب کے اہل ہوسکتے ہیں جیسے سورۃ حج میں فرمایا:

ترجمہ:''اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں''۔(آیت 41)

سورۃ نور میں خلافتِ ارضی کا وعدہ ہی ان لوگوں سے ہے جو ایمان اور عمل صالح کے

معیار پر پورا اُترتے ہیں۔

(6) جمہوری نظام سرمائے کے سہارے پر چلتا ہے۔اس میں اخلاقی اقدار کو بھی انسانی نفسیات کے تابع کر دیا گیا ہے، اس میں وہی صحیح اور صالح ہے جس پر اکثریت اتفاق کرلے۔انسانی عزت وقار اور شرف میں اضافہ کا ملکہ ہی موجود نہیں ہے۔جبکہ اسلام اس منصب کے لئے لوگوں کے اندر صالحیت کے اعتبار سے مسابقت پیدا کرتا ہے۔وہ ہی لوگ اس کے اہل شمار کیے جاتے ہیں جن کے اندر جواب دہی کا احساس ہو اور اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اخلاقی اقدار کا نمونہ ہوں۔

(7) جمہوری نظام مادّی طور پر مظلوم طبقات کو اپنی آواز بلند کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اسلام محروم طبقات کے حقوق کی ادائیگی کے لئے عدل فراہم کرتا ہے اور کم از کم ضروریات کی کفالت کا بندوبست کرتا ہے۔

(8) جمہوری نظام اپنے پیروکاروں کے لیے شہوات بطن وفرج کے سامان کی غیر مقطوعہ وغیر ممنوعہ دستیابی کا راستہ ہموار کر کے ذلت کے گڑھے میں گرا دیتا ہے۔جس کا مظہر نائٹ کلبز، کسینوز اور کھابا خانے ہیں، جن میں سور کا گوشت اور شراب پیش کی جاتی ہے۔اسلامی نظام ان شہوات کو اعلیٰ و پاکیزہ اخلاق کا پابند بناتا ہے اور ساتھ ہی روحانی تسکین اور حقیقی خوشی کے لیے اللہ سے تعلق اور نیکی کا حقیقی عملی خاکہ عطا کرتا ہے۔

(9) جب جمہوری نظام دنیا میں متعارف کرایا گیا اس وقت دوسرا نظام کمیونزم کا تھا جو روس میں اختیار کیا گیا۔اس کی وجہ سے آج روس ٹوٹ چکا ہے اور اس کے حصے بخرے ہو چکے ہیں۔کمیونزم کا نام قصہ ماضی بن چکا ہے نہ وہ نظام باقی ہے نہ وہ روس باقی ہے۔اسی طرح 1971ء میں جمہوری نظام کے ہاتھوں پاکستان اپنی اصلی شکل کھو چکا ہے۔جب مجیب الرحمٰن نے 162 میں 160 سیٹیں مشرقی پاکستان میں حاصل کیں اور 138 میں سے 81 سیٹیں ذوالفقار بھٹو نے مغربی پاکستان میں حاصل کیں۔اُدھر تم اِدھر ہم کے نعرے نے ملک کے دونوں حصوں کو الگ کر دیا۔دوسرے حصے کے نام تک کو تبدیل کر کے رکھ دیا گیا۔بنگلہ دیش کوئی نسل بہت کم جانتی ہے کہ یہ پہلے مشرقی پاکستان تھا۔ شاید اب امریکہ بھی اس نظام کے ہاتھوں اپنی اصلی شکل میں نہ رہے۔اگر موجودہ پاکستان میں اس جمہوری نظام کو مسترد کر کے اسلامی نظام حکمرانی جو انسانی فضیلتوں میں مسابقت کا نظام ہے اختیار نہ

کیا گیا تو خاکم بدھن، اس خطۂ ارضی کے پاکستان کی شکل میں رہنے کا مستقبل بھی مخدوش نظر آتا ہے۔

(10) جمہوری نظام ایسے شیطانی ٹولے کا وضع کردہ ہے جنہوں نے اس نظام کے تحت حکمرانی اور قانون سازی کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لیکر اپنے معاشروں میں فحاشی اور بے حیائی کی کھلی چھوٹ اور معیشت میں سود کو فروغ دیا ہوا ہے۔ تاریخ انسانی میں ان جرائم کی مرتکب اقوام کے وجود کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں برداشت نہیں کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم۔ اصحابِ مدین (حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم) فرعون اور آلِ فرعون اس کی مثالیں ہیں۔ فرعون نے اعلان کیا تھا: اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو عبرت کا نشان بنا دیا۔ صدیوں تک اس کی لاش کو لوگوں کی نظروں سے غائب رکھا۔ اس دور میں اس کی لاش نکال کر مصر کے عجائب گھر میں سامانِ عبرت بنا کر رکھ دی گئی ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جب فرعونی طرز حکومت جمہوری نظام کی شکل میں لوگوں نے اپنا لیا اور خود خدا بن بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے اس فرعون کی لاش ظاہر کر دی تاکہ مغرب سے مشرق تک کے لوگ جنہوں نے جمہوری نظام کے لبادے میں اپنی خدائی کا دعویٰ کیا ہے، اس سے سبق حاصل کریں۔ تو جیسے پہلی قوموں کو ان جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ملیا میٹ کر دیا۔ اِس نظام کی آڑ میں فحاشی، بے حیائی، سود میں ملوث لوگ اور قانون سازی کا خدائی اختیار اپنے ہاتھ میں لینے والے لوگ بھی باقی نہیں رہ سکتے۔ یا تو اللہ تعالیٰ انہیں فرعون اور آلِ فرعون کی طرح ختم فرما دے یا ممولے کو باز سے لڑا کر غزوۂ بدر کا نقشہ دہرا دے۔ تو اب ذمہ داری اہل اسلام کی ہے کہ وہ اس بگڑی ہوئی انسانیت کی اصلاح کا فریضہ ادا کریں۔ مستقبل اسلام کا ہے جسے دنیا پر نافذ ہو کر رہنا ہے۔ قرآن مجید اور سیرتِ رسول کا محفوظ رہنا اس نظام کے غلبے کی بہت بڑی دلیل ہے۔ باطل نظام کے عارضی غلبے میں بڑا دخل ٹیکنالوجی اور ایجادات کا ہے جس کی بنا پر انہیں جنگی صلاحیت میں برتری حاصل ہے۔ اسلام کے غلبے کے لئے قوت حاصل کرنے کے لیے اہل اسلام کو اس محاذ پر بھی کام کرنا ہوگا۔ مزید انہیں ذرائع ابلاغ میں ایسی سہولت حاصل ہے جس سے وہ شہواتِ نفس کا مواد لوگوں کو دکھا کر راغب کرتے ہیں اور ٹاک شوز اور مذاکروں کی شکل میں اپنے غلط نظریات لوگوں کے ذہنوں میں ڈال کر انہیں بڑے پیمانے پر گمراہ کر رہے ہیں۔ یہ سارے کام کرنے والے لوگ انتہائی ذہین اور ہوشیار ہیں۔ ان کی ہدایت کے لیے اور ان کے پھیلائے ہوئے الحاد کا مقابلہ کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر اور علم کی اعلیٰ

سطح پر حق کو واضع کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ اعلیٰ سطح قرآن مجید کے مضامین ہیں جس طرح پہلے اس سے انسانیت کو راہِ راست پر لایا گیا تھا آج بھی یہی ذریعہ کارگر ہوسکتا ہے۔

بانی وامیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد (مرحوم) نے قرآن مجید سے فکری اور عمل راہنمائی کے لیے سورۃ والعصر کے چار نکات: ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کو عنوان بنا کر قرآن مجید کے چیدہ مقامات سے ان کی وضاحت فرما کر ایک مربوط لائحۂ عمل ہمارے سامنے رکھا۔ ہم میں سے کتنے ہی افراد ہیں کہ جنہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ مضامین ان کے قلب و نظر کے خالی خانوں میں اس طرح فٹ ہوگئے گویا ان میں یہ خلا اسی لئے تھا کہ اس میں ان مضامین کو رکھ دیا جائے۔ عالمی سطح پر ذہانت اور فلاسفی کو راہِ راست پر لانے کے لیے ضروری ہے کہ سورۃ العصر کے پہلے تین نکات یعنی والعصر، انسان اور خسارہ کو بھی ان عنوانات کے ساتھ شامل کر کے پورے قرآن مجید کی آیات کو ان عنوانات اور پھر ان کے ذیلی عنوانات بنا کر ترتیب دیا جائے۔ آج کے دور میں قرآن فہمی کی یہ عظیم خدمت ہوگی۔ وہ لوگ جو قرآن مجید سے ایک مرتّب ہدایت اخذ کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔ ان عنوانات کے تحت مضامین قرآن کا بیان ان کے سمجھنے کے لیے یقیناً بہت آسان ہوجائے گا۔ اس طرح ترتیب دیا ہوا قرآن پاک پوری دنیا کے ذہین فلاسفہ، سائنس دانوں اور علومِ انسانیہ کے ماہرین کے ذہنوں میں اس طرح فٹ ہوجائے گا جس طرح ہم میں سے کئی ساتھیوں کے ذہنوں میں منتخب نصاب! سورۃ العصر کے نکات پر مشتمل مضامین قرآن کو مرتب کرنے کا ایک خاکہ پیش خدمت ہے۔ جس کو مزید بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید کے مضامین کا تعارف سورۃ العصر کی روشنی میں

والعصر: گردش لیل ونہار، اس کو وجود بخشنے والی ہستی کا تعارف، کیا میکنزم جاری فرمایا، اس میں کیا کچھ رکھ دیا ہے؟

الانسان: تخلیق انسان، اجزائے ترکیبی، اس کے اندر رکھی گئی صلاحیتیں، کمزور پہلو، اس کے رویے، اس کی حدود، اس کی محنت کا میدان، آخری منزل۔

خسر: خسارا کس اعتبار سے؟ خسارے کے مظاہر، خسارے میں ڈالنے والے عوامل (نفس، شیطان، بگڑا ہوا ماحول، آبا پرستی، مال کی محبت، اقتدار، اولیاء من دون اللہ)، والعصر کی شہادت

ایمان: اجزائے ترکیبی، حصول کے ذرائع ،ثمرات ،اثرات ،ظہور

عمل صالح: عمل صالح کے محرکات ،انفرادی سطح پر سیرت وکردار اوراس کو بنانا ،اجتماعی سطح پر شریعت کے نفاذ کی جدوجہد ،اوامر ونواہی کی تفصیل تاکہ اندرونی استحکام حاصل ہو،عبادات کا نظام اور معاشرتی ،معاشی اور سیاسی رہنمائی ۔

تواصی بالحق: قرآن کی تبلیغ ،ذرائع /جماعت سازی ،تربیت ،تنظیم اور اقدام ۔چنانچہ ایک کشمکش وجود میں آتی ہے جس میں ماننے والوں کو ایک طرف نظم میں پرویا جاتا ہے تو دوسری طرف صلح وجنگ کے آداب کے سیکھنے کی ضرورت پڑتی ہے ۔اس کشاکش کے پس منظر میں سابقہ اُمتوں اوران کے انبیاء ورُسل کی دعوت اوران کی کشاکش کی مثالیں اوران کے نتائج واضح کیے گئے ہیں ۔

تواصی بالصبر: اللہ کے دین پر عمل پیرا ہونے کے لیے مشکلات پر صبر ۔اس کے نفاذ کے راستے میں آنے والی مشکلات اور تنگیوں پر صبر ،باطل قوتوں کے ساتھ کشاکش میں صبر ،اس صبر کے لئے قوت اور مضبوط سہارا فراہم کرنے والا ایمان بالآخرت ہے ۔ اصبروا یاآل یاسر فان موعدکم الجنة ،آخرت میں جنت اور دوزخ کا بیان ۔

وہ ادارے جو قائم ہی اس مقصد کے لیے کئے گئے ہیں کہ وہ قرآنی علم وحکمت اعلیٰ سطح پر پیش کریں گے ۔ان میں اس کام کو کیا جاسکتا ہے ۔مضامین قرآن کی تالیف کی پوری سکیم کو مرتب کرکے علماء دین کو دعوت دی جائے اوراس کام میں وقت لگانے والے علماء کی ایک بڑی ٹیم وجود میں لائی جائے اور ہر عنوان کے ذیلی عنوان بنا کر آیات قرآنیہ کو متفقہ مستند تفاسیر کی روشنی میں واضح کیا جائے ۔اس طرح پورا قرآن پاک معجم المفہرس لالفاظ القرآن کی طرح اس میں بیان ہوجائے گا جو آج کے دور کے ملحدین کے سامنے حق کی حجت تمام کرکے انکار کا کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑے گا ۔جس کا ڈر شیطان کو ہے

ؔ عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

انسانیت کے مبدا کے بعد حیاتِ دنیا اور معاد کی ایک مستند اور عام فہم دستاویز وجود میں آجائے گی ۔
ان شاءاللہ

اسلام اور گلوبلائزیشن

ISLAM AND GLOBALISATION

پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ

(سابق ڈائریکٹر جنرل شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد)

(بشکریہ ماہنامہ البرہان لاہور، نومبر، دسمبر 16ء، جنوری 2017ء)

مسلمانوں کو عالمی سطح پر جو چیلنج درپیش ہے اس کا ایک پہلو گلوبلائزیشن یا عالمگیریت ہے۔ عالمی ساہوکاروں اور گلوبل کیپٹل ازم کے منتظمین نے پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ دنیا کے معاشی وسائل پر کنٹرول اور انسانی معاشروں کو مغربی معاشرت و اخلاق کے نمونہ پر ڈھالنا ان کا ہدف ہے۔ عالمی میڈیا عالمگیریت کو خوبصورت بنا کر پیش کر رہا ہے اور انسانیت کو یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ اس کی فلاح و بہبود اسی میں مضمر ہے حالانکہ یہ عالمی استعمار کا دوسرا نام ہے۔ چہرے کو روشن کر کے پیش کیا جا رہا ہے اور اندرونی تاریکی کو پوشیدہ رکھا جا رہا ہے۔ مسلم اہل دانش کی ذمّہ داری ہے کہ عالمگیریت کے اصلی چہرے کو بے نقاب کریں۔

ذیل کی سطور میں ایک ابتدائی کوشش کی گئی ہے۔ سادہ اور سہل انداز میں حقیقت حال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دعوت اِلی اللہ کے کارکنوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کفر کے اس دام ہمرنگ زمین کا اِدراک کریں اور نئی اصطلاحات اور جدید اظہارات کی تہہ میں پوشیدہ مسلم مخالفت کو سمجھیں۔ توسیع دعوت میں سب سے بڑی رکاوٹ لوگوں کا ذہنی الجھاؤ ہوتا ہے۔ جدید اصطلاحوں کے ذریعے میڈیا جو کنفیوژن پیدا کر رہا ہے اسے دُور کرنا بے حد ضروری ہے۔ اُمید ہے کہ یہ چند سطور عالمگیریت کی اصل حیثیت کو سمجھنے میں مدد دیں گی۔

پس منظر

پچھلے کچھ برسوں میں عالمی سطح پر معاشی، سیاسی، معاشرتی اور تکنیکی میدانوں میں اتنی تیزی سے ایسے ڈرامائی انداز میں تبدیلیاں آئی ہیں جو پہلے کبھی مشاہدے میں نہیں آئی تھیں۔ ابلاغ کی سہولتوں نے جغرافیائی حدود کے تصور کو ختم کر دیا ہے۔ ابلاغ کی اس صلاحیت نے تجارت اور مالی معاملات کی درجہ بندی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اس انقلاب اور اس کے انتظام کو عالمگیریت (GLOBALIZATION) کا نام دیا جا رہا ہے۔

گلوبلائزیشن ایک کثیر الجہت منظر ہے۔ مختلف لوگوں نے اس کی تعریف مختلف انداز میں کی ہے۔ بعض لوگوں نے معاشی پہلو پر توجہ مرکوز کی ہے اور وہ اسے عالمی معیشت کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ کچھ لوگ اسے کلچر کے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک گلوبلائزیشن کے ثقافتی اثرات اور تبدیلیاں اہمیت رکھتی ہیں۔ ایسے لوگ بھی ہیں جو اسے سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور سیاسی انتظامات و تنظیمات میں تبدیلیوں کی صورتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ مزید کچھ لوگوں نے ٹیکنالوجی کے میدان میں ہونے والی تبدیلیوں کو GLOBALIZATION سے منسلک کیا ہے اور کمیونی کیشن اور ٹرانسپورٹ کے میدان میں آنے والی تبدیلیوں کو اس کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو GLOBALIZATION ان جملہ تغیرات کو شامل ہے جہاں انسان کے تمام پہلو اس انقلاب سے متأثر ہوئے ہیں۔

عالمگیریت کا زیادہ اہم پہلو یہ ہے کہ یہ مغربی تہذیب و تمدن کے فروغ و وسعت کا ایک نیا مرحلہ ہے۔ مغربی تہذیب پچھلے دو سو سال سے دنیا پر غلبہ حاصل کرنے میں مسلسل آگے بڑھ رہی ہے۔ اس لیے یہ مرحلہ مغربی فکر، مغربی اداروں اور زندگی کے بارے میں مغربی اپروچ کے مختلف پہلوؤں کے بڑے غلبے کا ہے، یہ وہ مرحلہ ہے جس میں مغربی تہذیب دوسری تہذیبوں کی قیمت پر آگے بڑھ رہی ہے اور اس کی طاقت میں اضافہ ہوا ہے۔

عالمگیریت کی تعریف میں انہی پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل تعریفات سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہی وہ امور ہیں جو عالمگیریت کی بحث میں اہمیت رکھتے ہیں لہٰذا ان تعریفات کے الفاظ پر غور کریں اور نتیجہ نکالیں۔

معاشی پہلو

1۔ عالمگیریت سے مراد صنعت اور خدمات (INDUSTRY AND SERVICES) کے شعبوں کی ایسی سرگرمیاں ہیں جو جغرافیائی حدود کو پار کر گئی ہوں اور مختلف کمپنیوں نے مختلف ملکوں میں مربوط سلسلہ قائم کر رکھا ہو۔

2۔ تجارت و مالیات کی روانی، ٹیکنالوجی کے فروغ، معلومات کا مربوط نظام اور مختلف تہذیبوں کے باہمی تعامل کے ذریعے سے عالمی سطح پر مختلف معیشتوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی یکجہتی کا نام عالمگیریت ہے۔

3۔ آزاد مارکیٹ پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کے پوری دنیا کے ممالک میں پھیلاؤ، اس کا نام عالمگیریت ہے۔

4۔ مغربیت اور مغرب کے تاجرانہ معیارات اور سیاسی نظام کو دنیا بھر میں تسلیم کر لینے کا نام عالمگیریت ہے۔

5۔ انتھونی گِڈنز (ANTHONY GIDDENS) کے مطابق عالمگیریت کی تعریف کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے: ''عالمی سطح پر معاشرتی تعلقات کا ایسا استحکام جو دور دراز آبادی کو اس طرح مربوط کر دے کہ معاشی معاملات کی تشکیل میں وہ واقعات جو کئی میل دور وقوع پذیر ہو رہے ہیں اور اس کے برعکس بھی، عالمگیریت کہلائے گا۔''

6۔ فرانسیسی ماہر عمرانیات پیری بورڈیو (PIERRE BOURDIEU) کے نزدیک عالمگیریت ایک بڑی اصطلاح ہے جس کا مطلب ایک ایسے نظام کو حق بجانب ثابت کرنا ہے جو کثیر القومی کمپنیوں اور صنعتی ملکوں کی حکومت کے مفادات اور مالی سرمایہ مہیا کرنے کے لیے وجود میں لایا گیا۔ گویا عالمگیریت ایک ایسا نظام ہے جس کے تحت معاشرے اور ادارے عالمی سطح کا رُخ کرتے ہیں یا تجارت کو عالمی سطح پر منظّم کر دیا جاتا ہے۔

گلوبل وِلیج (GLOBAL VILLAGE)

عالمگیریت کو مقبول بنانے کے لیے بعض نعرے تشکیل دیے گئے ہیں تا کہ عام آدمی اپنے آپ کو اس نظام میں سمو سکے۔ عالمی سرمایہ داروں نے ابلاغ عامہ اور تشہیر کے ذریعہ سے

لوگوں کو یہ باور کرایا کہ دنیا اب گلوبل وِلیج ہے اور اب ہر انسان اسی گلوبل وِلیج کا شہری ہے۔ ہمارے نام نہاد دانشور اس اصطلاح کو مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔ انہیں اندازہ نہیں ہے کہ اس کے مضمرات کیا ہیں؟ عالمی بستی کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے مفادات اور نقصانات، ہماری دلچسپیاں اور ہماری آرزوئیں اب ہمارے خاندان، بستی، شہر یا ملک سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ پوری دنیا سے ہیں۔ ہمیں اپنے آپ کو پورے عالمی نظام سے وابستہ کر دینا چاہیئے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب عالمی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں رہن ہو جانا ہے۔ ہمارے نفع نقصان کا فیصلہ ہم نہیں بلکہ عالمی ساہوکار کریں گے جو کہیں دور بیٹھے ہیں، جنہیں ہم دیکھ بھی نہیں پاتے اور جن تک ہماری رسائی بھی نہیں۔ اسے ہماری بدقسمتی کہیے اور ہمارے دانشوروں کا ذہنی افلاس سمجھئے یا بدنیتی کہ وہ اس تصور کی تشہیر کو دانشوری سمجھتے ہیں جبکہ مغرب میں عالمگیریت کے خلاف ردِ عمل ہو رہا ہے۔ وہاں بائیں بازو کے کارکن اسے عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی ایک چال قرار دے رہے ہیں، جو صحیح تجزیہ ہے لیکن ہمارے بائیں بازو کے دانشور بھی عالمی سرمایہ کاروں کے گماشتوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ رہے مذہبی لوگ تو انہیں محدود مذہبی منافرتوں سے فرصت ہی نہیں کہ وہ اس عالمی خطرے کا ادراک کر سکیں۔

عالمی بستی کے چار بنیادی عناصر ہیں:

۱۔ **وقت اور فاصلے کا قرب: ٹیلی کمیونی کیشن** (TELECOMMUNICATION):

ابلاغِ عامہ اور تعلیم کے ذریعہ سے وقت اور فاصلے اتنے قریب ہو گئے ہیں کہ انسانوں کو رابطے میں کوئی دِقت نہیں ہے۔

۲۔ **علاقائی احتیاج:**

معاشی طور پر ایک علاقہ دوسرے کا محتاج ہو گیا ہے۔ قدیم معیشت میں ایک علاقہ اپنی بنیادی ضرورتوں کا خود کفیل ہوتا تھا اور زائد چیزوں کے لیے دوسرے علاقوں کا رُخ کرتا تھا لیکن عالمی سرمایہ کاروں اور ان کے ایجنٹوں نے معیشت کو اس طرح منظّم کیا ہے کہ ہر علاقہ دوسرے کا محتاج ہو گیا ہے۔

۳۔ **عالمی اقدار کا تسلط:**

عالمی طور پر معلومات کے تبادلہ اور ابلاغ کی سہولت نے مشترک اقدار کو فروغ دیا ہے لہٰذا اب

انسان ان مشترک اقدار کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے جسے عالمی سرمایہ دارانہ نظام نے مسلط کیا ہے۔

۴۔ عالمی سرمایہ داروں کی منصوبہ بندی:

آزاد مارکیٹ کے تصور کو فروغ دینے کے نتیجے میں ہر شخص اس انداز میں کاروبار کرنا چاہتا ہے جیسے عالمی سرمایہ داروں کی منصوبہ بندی ہے۔

یوں عالمی ساہوکاروں اور سرمایہ داروں نے پوری دنیا کو جسے مختلف معاشرے خواہاں ناخواہاں اپناتے چلے جا رہے ہیں، ایک بستی قرار دے کر اس پر اپنی اغراض مسلط کرنے کی کوشش کی ہے اور سادہ لوح اسے بخوشی قبول کر رہے ہیں۔

عالمگیریت کی قوتِ محرکہ

عالمگیریت کو بروئے کار لانے اور مستحکم کرنے میں جو عوامل کام کر رہے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ذرائع ابلاغ اور رسل و رسائل میں بہتری

ٹرانسپورٹ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں بہتری اور ترقی کی وجہ سے رفتارِ کار بڑھی ہے۔ اشیاء کے نقل و حمل میں آسانی پیدا ہوئی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جلدی منتقلی کا عمل تیز ہوا۔ اسی طرح نقل و حمل کی قیمتوں میں کمی آئی ہے۔ رابطوں میں آسانی پیدا ہوئی اور حلقہ وسیع ہوا ہے۔

۲۔ فرد کے ذوق اور ترجیحات کی تبدیلی

سامان اور خدمات (GOODS AND SERVICES) کے تنوع اور تعلیم و ابلاغ کے فروغ نے اذواق و ترجیحات میں کافی تبدیلی پیدا کی ہے۔ متنوع اشیاء و خدمات کی موجودگی میں انسان اپنی سہولت اور ذوق کے مطابق اشیاء کا انتخاب کرتا ہے۔

۳۔ حکومت کی پالیسیوں میں دانستہ تبدیلیاں

حکومتیں اپنی سہولتوں اور بعض اوقات بیرونی دباؤ کے تحت اشیاء و خدمات کی آمدورفت میں تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں اشیائے صَرف کی کثرت میسر آتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عالمی سرمایہ دار اور ساہوکار اشیاء کی آزادانہ نقل و حرکت پر پابندیاں عائد کرتے ہیں۔ دنیا کے ایک حصے میں ضرورت سے زائد اشیاء موجود ہیں جن کی آزادانہ نقل و حمل کا اہتمام ہوتا ہے

جبکہ دوسرے حصے میں ضرورت سے زائد مزدور موجود ہیں جن کی نقل وحرکت پر پابندیاں لگاتے ہیں۔ بدقسمتی سے حکومتیں ان پالیسیوں کا حصہ ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں بالآخر عام انسان ہی خسارے میں رہتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں حکومتوں کی حیثیت سرمایہ داروں کو سہولتیں مہیا کرنے والے ادارے کی ہوتی ہے جس کا کام استحصالی نظام کی خدمت کرنا ہوتا ہے۔ اگر کہیں کوئی حکومت ان پالیسیوں کو نافذ کرنے میں رکاوٹ بنتی یا سستی کا مظاہرہ کرتی ہے تو اسے ختم کردیا جاتا ہے۔

۴۔ کارپوریٹ حکمت عملی کی تبدیلیاں

سرمایہ داروں نے اب حکمتِ عملی یہ اپنائی ہے کہ پیداواری اخراجات کم ہوں جبکہ پہلے پالیسی یہ تھی کہ قیمتیں کم ہوجائیں۔ نئی حکمت عملی کے نتیجے میں کارکن اور مزدور فارغ کیے جاتے ہیں تاکہ کم سے کم مزدوروں سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کی جائے۔ انسانوں کی بجائے مشینوں کے استعمال سے پیداواری اخراجات میں کمی آئی ہے لیکن بیروزگاروں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ میکانکیت (MACHINIZATION) کے نتیجے میں صنعتی ملکوں نے اسی حکمت عملی کے تحت تیسری دنیا سے مزدوروں کی درآمد بند کردی ہے۔ خودغرضی پر مبنی یہ پالیسی تیسری دنیا کو مزید بحران میں مبتلا کرے گی کیونکہ تیسری دنیا کے مزدور صنعتی ملکوں میں روزگار حاصل کرنے کے لیے نہیں جاسکیں گے لیکن صنعتی ملکوں کی سستی اشیاء سے تیسری دنیا کے بازار بھی بھرجائیں گے۔ یہی اس عالمی سرمایہ دارانہ نظام کا مقصد ہے۔ WTO کو اسی لیے منظّم کیا گیا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی اشیاء بلا روک ٹوک دنیا کے ہر خطے میں پہنچ سکیں۔ یوں تیسری دنیا کے ممالک اپنی محدود پیداواری صلاحیتوں سے بھی محروم ہوجائیں گے۔

عالمگیریت کے نتائج

عالمگیریت کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ ناگزیر ہے اور اسے روکا نہیں جا سکتا۔ یہ بھی عالمی سرمایہ داروں کی بازی گری ہے۔ یہ بات وہی لوگ کہہ رہے ہیں جو عالمگیریت کی پالیسیوں کو جبراً دنیا پر مسلط کررہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اسے ناگزیر کہیں گے تو لوگ مانیں گے ورنہ کون قبول کرے گا۔ اگر ذرا غور کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ عالمگیریت کے نتیجے میں بہت خرابیاں پیدا ہورہی ہیں۔ اگر ٹیکنالوجی میں جو ترقی ہورہی ہے اسے روکا نہیں جاسکتا لیکن معاشی ومعاشرتی

پالیسیوں کو تبدیل کیا جا سکتا ہے لیکن عالمی ساہوکار ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ مزید غور سے واضح ہوگا کہ عالمگیریت کے نتیجے میں بے حد خرابیاں پیدا ہورہی ہیں۔

ا۔ عالمگیریت مزدور اور کارکن کے لیے نقصان دہ ہے

اکثر سرمایہ کاری ترقی یافتہ ملکوں میں ہوتی ہے اور کم آمدنی والے ملکوں میں سرمایہ کاری بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ کثیر القومی کمپنیاں کم ترقی یافتہ ملکوں میں کارکنوں کو امیر ملکوں کے کارکنوں کی نسبت بہت کم اُجرتیں دیتی ہیں۔ اس طرح عالمگیریت وہیں زیادہ استحصال کا باعث بن رہی ہے جہاں انسانی طور پر زیادہ سہولتوں کی ضرورت ہے۔ اب کثیر القومی کمپنیوں نے ایک اور طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ بعض صنعتی پیداواری یونٹ تیسری دنیا میں لے گئے ہیں جہاں اجرتوں کا معیار کم ہے۔ کم اجرت پر ہونے والی پیداوار کے اخراجات کم ہوتے ہیں لہٰذا سرمایہ دار عالمی منڈی میں زیادہ نفع بھی کماتا ہے اور مقابلے کے میدان میں بہتر حیثیت کا مالک بھی ہوتا ہے۔ اس طریقہ کار سے ترقی یافتہ ملکوں کا کارکن محروم تو ہوتا ہے لیکن اسے حکومتی ذرائع سے سہولت دے کر مطمئن کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ عالمگیریت سے غریب اور امیر کے درمیان فرق بڑھ رہا ہے

معاشی ترقی کا جائزہ لینے والوں کا اندازہ ہے کہ پچھلے 150 سالوں کے مقابلے میں تیس سال میں امیر و غریب کے درمیان فرق بڑھا ہے اور اب عالمگیریت کے نتیجے میں مزید بڑھ رہا ہے کیونکہ ارتکاز دولت کی جو صورتیں اب پیدا ہو رہی ہیں اور جو سہولتیں اب میسر ہیں وہ پہلے نہ تھیں۔

۳۔ عالمگیریت قومی حکومتوں کے لیے خطرہ ہے

عالمگیریت کے منتظم جو امیر ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں اور عالمی مالیاتی اداروں کے منتظمین بھی جو ترقی یافتہ ملکوں سے آتے ہیں، قومی حکومتوں کو اپنی پالیسیاں اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور اکثر اوقات یہ پالیسیاں قومی حکومتوں اور ان کے عوام کے خلاف ہوتی ہیں۔ جبر کے ایسے ذرائع ان کے ہاتھ میں ہیں کہ قومی حکومتیں ان کے احکامات ماننے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ عالمی ساہوکارانہ نظام، رشوت، دھونس دھاندلی اور سازش کے ذریعے سے اپنی پالیسیاں نافذ کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ یہ پالیسیاں بعض حالات میں قومی خودکشی کے مترادف ہوتی

ہیں لیکن قومی حکومتیں اپنے مفاد پرستانہ رویوں کے باعث اپنا لیتی ہیں۔ اربابِ اختیار رشوت کا اپنا حصہ وصول کرنے کے بعد رخصت ہو جاتے ہیں اور قومیں قرض کے جال میں اسی طرح پھنستی ہیں کہ ان کی آزادی تک داؤ پر لگ جاتی ہے۔

۴۔ عالمگیریت کثیر القومی کمپنیوں کو طاقتور بنا رہی ہے

بعض کثیر القومی کمپنیاں ایسی ہیں جن کا بجٹ اور منافع بعض قومی حکومتوں سے زیادہ ہے لہٰذا وہ اگر کسی حکومت کو گرانا چاہیں یا کسی ملک کو نقصان پہنچانا چاہیں تو انہیں یہ طاقت حاصل ہوگئی ہے۔ عالمگیریت دراصل انہی کمپنیوں کا ایک کھیل ہے جو انہیں مزید طاقتور بنانے کے لیے کھیلا جا رہا ہے۔

۵۔ عالمگیریت ایک عسکری خطرہ

عالمگیریت چونکہ یک قطبی (UNIPOLAR) صورت حال کا نتیجہ ہے لہٰذا اس کی پالیسیوں سے اختلاف کرنے والے ممالک کو بڑی طاقت کی طرف عسکری حملے کا خطرہ ہے۔ بڑی طاقت نے اپنی مرضی سے اقدام کر کے (PREEMPTIVE STRIKE) کے اصول کو متعارف کرایا ہے۔ اس سے قوموں اور ملکوں کی حاکمیّت (SOVEREIGNTY) کو سخت خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔ عراق پر حملے نے ایک نیا ماڈل طے کیا ہے جسے فلسطین، کشمیر اور چیچنیا میں آزمایا جا رہا ہے۔ فلسطین پر جارحانہ حملوں کی کوئی مذمت نہیں ہوتی اور عالمی برادری کی خاموشی نے جارح ملک کو مزید شہ دی ہے۔ چند طاقتور ممالک کو تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی تیاری کا اختیار ہے جبکہ کوئی دوسرا ملک تیار نہیں کر سکتا، جو کرے گا اس پر حملہ کر دیا جائے گا۔ طاقت کا توازن ہمیشہ طاقتور کے حق میں رکھنے کا یہ اصول عالمگیریت کا خطرناک نتیجہ ہے۔ اس صورت حال کا نقصان عالم اسلام کو پہنچ رہا ہے۔ عالم اسلام کی قیادتوں نے مجرمانہ غفلت کے باعث اپنے عوام کو محرومیوں کا شکار رکھ کر عالمی ساہوکاروں کی پالیسیوں کو نافذ کیا ہے۔ ملکی وسائل مغرب میں منتقل کیے ہیں اور اپنے عوام کے ساتھ رابطے مستحکم کرنے کی بجائے عالمی سرمایہ کاروں کا عالمی سامراج کے ساتھ وابستگی اختیار کی ہے اور اب حالت یہ ہے کہ عالمی سامراج نے آنکھیں دکھانی شروع کی ہیں تو بے بسی کے عالم میں یہ اسی کے قدموں میں گر رہی ہیں مگر اپنے عوام سے یکجہتی کے لیے تیار

نہیں ہیں۔ان قیادتوں نے اپنے مجرمانہ تغافل سے اپنا مستقبل بھی تباہ کیا ہے اور اپنے ملکوں کے عوام کو بھی تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا ہے۔ان قیادتوں نے نئے عالمی نظام کے رُخ کا ادراک نہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو عیش وعشرت میں مشغول رکھا۔ملکی صنعتیں مستحکم ہوئیں نہ معاشی نظام مضبوط ہوا اور نہ یہ ممالک عسکری طور پر طاقتور اور خودمختار ہوئے۔نتیجہ یہ ہے کہ عالم اسلام عسکری طور پر مفلوج، معاشی طور پر غیر مستحکم، سیاسی طور پر عدم استحکام کا شکار اور معاشرتی طور پر انتشار اور بحران کی زد میں ہے۔عالم اسلام اگر دوبارہ محکوم ہوتا ہے تو یہ قیادتوں کی بے بصیرتی، خودی غرضی، نااہلی اور بدنیتی کے باعث ہوگا۔عالمی استعمار کے تیور بتا رہے ہیں کہ اب وہ ہر قسم کی متوقع مزاحمت کو ختم کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہے۔مسئلہ صرف ہزیمت ہی کا نہیں ہے، قومی وجود کے خاتمے اور مکمل حوالگی (CAPITULATION AND SURRENDER) کا ہے۔

معاشی پالیسیاں

عالمگیریت کے نتیجے میں جو معاشی پالیسیاں تشکیل پارہی ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ تمام سرمایہ کھینچ کر سب سے بڑی معاشی قوت کے ہاں چلا گیا ہے اور تیسری دنیا کے لوگ مزید غربت کا شکار ہوگئے ہیں۔WTO کے تحت 2005ء سے تجارت پر تمام پابندیاں ختم ہوگئی ہیں اور صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک کی اشیاء پوری دنیا کی منڈیوں پر چھا گئی ہیں۔غریب ممالک کی حیثیت صرف خام مال پیدا کرنے والوں کی رہ گئی ہے۔انھیں ایسی جارحانہ معاشی پالیسیوں کا سامنا ہے کہ ان کے لیے کھڑا ہونا محال ہے۔عالمگیریت ایک ایسی معاشی تباہی لائی ہے جس سے قوموں کی آزادی مخدوش ہوگئی ہے۔معاشی پالیسیاں طاقتور قومیں بنارہی ہیں اور کمزور قومیں انھیں اپنا رہی ہیں۔ان پالیسیوں کو بہ جبر نافذ کیا جارہا ہے۔جہاں تھوڑی بہت مزاحمت ہوئی ہے وہاں عسکری قوت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کیا گیا اور اختلاف کرنے والوں کا مزاج درست کردیا گیا ہے۔

اس وقت جو عالمی مالیاتی نظام ہے وہ سود اور سٹہ (INTEREST AND SPECULATION) پر مبنی ہے۔اقبال کے بقول فکرِ چالاکِ یہود نے جو نظام ترتیب دیا ہے اس نے ابتدا ہی سے انسانیت کی روح کو کچل دیا ہے۔عالمگیریت سے یہ مزید مستحکم ہوا ہے اور دین واخلاق اور انسانیت وشرافت کو سر چھپانے کی جگہ بھی نہیں مل رہی۔سرمایہ دارانہ نظام

عالمگیریت کے تحت ننگی جارحیت کا مرتکب ہو رہا ہے اور انسانیت اس کے بوجھ تلے سسکیاں لے کر دم توڑ رہی ہے۔ مالیاتی اداروں پر عالم کفر کا تسلط ہے۔ کسی مسلمان مالیاتی ادارے کے عالمی سطح پر کام کرنے کے تمام مواقع بند کر دیے گئے ہیں تاکہ ہر عالمی مالیاتی عمل استعمار کے علم میں اور اس کی نگرانی میں تکمیل پذیر ہو۔ بی سی سی آئی کے ساتھ جو کچھ ہوا اس سے مسلمانوں کی آنکھیں کھل جانی چاہییے تھیں لیکن وہاں سرِ تسلیم خم ہے کہ مزاج یار میں جو آئے سو کرے۔ مغربی ملکوں کے تمام بنک سرمایہ کی منتقلی (MONEY LAUNDERING) میں ملوث ہیں۔ تیسری دنیا کے تمام خائن (CORRUPT) حکمران اپنا سرمایہ مغرب کے بنکوں میں رکھتے ہیں جو بالآخر ضبط کر لیا جاتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ کے بنک تو اس سلسلے میں خصوصی مقام رکھتے ہیں۔ خفیہ ناموں سے خفیہ کھاتے مشکل ہی سے کھاتہ داروں کے کام آتے ہیں۔ یہ مال بالآخر وہیں پہنچتا ہے جہاں کا خمیر تھا۔ خائنوں اور مجرموں کے صرف نام باقی رہ جاتے ہیں اور قومیں ان کی خیانتوں کی سزا بھگتتی ہیں۔

معاشرتی وثقافتی تباہی

عالمگیریت کے نتیجے میں مغربی معاشرت اور ثقافت کا غلبہ ہوا ہے۔ مغربی اقدار کے جارحانہ فروغ کی پالیسی پہلے ہی مرتب کی جا چکی تھی۔ عالمی میڈیا کے ذریعہ سے اسے مسلط کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ عالمگیریت دراصل مغربی کلچر کے غلبے ہی کا دوسرا نام ہے۔ خاندان کی تباہی، اخلاقی قدروں کی پامالی، عریانی و فحاشی کا فروغ، ایثار و شفقت کا فقدان، خودغرضی و مفاد پرستی کا راج، غیرت وعصمت کی ناقدری اور ہر شے حتیٰ کہ انسان بھی خریدنی وفروختنی ہو چکا ہے۔ ہم جنس پرستی کو معمول قرار دے دیا گیا ہے اور طوائف کلچر کو مقبول بنا دیا گیا ہے۔ عورت کی آزادی کے نام پر اسے بےحیائی کی صلیب پر قربان کر دیا گیا ہے۔ عالمگیریت کا سب سے بڑا ہدف مسلمان معاشرے ہیں۔ چونکہ اخلاقی قدروں کی تھوڑی بہت پاسداری صرف مسلمان معاشروں میں ہے لہٰذا انھیں زیر کرنے کے لیے تمام داخلی اور خارجی ہتھکنڈے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ عالمگیریت اخلاق اور شرافت کی بربادی کے سوا کسی اور چیز کا نام نہیں ہے۔ معاشرتی اعتبار سے ایک ایسا خوفناک طوفان اُٹھ چکا ہے جس سے مسلمان معاشرے تباہی کے گھاٹ اُتر رہے ہیں۔

سیاسی غلامی

عالمگیریت کے نتیجے میں طاقتور قوموں کے سوا باقی تمام قومیں محکوم ہیں۔ قومی حکومتیں آہستہ آہستہ بے اختیار ہوتی چلی جارہی ہیں اور ان کی حیثیت شہری اور ضلعی حکومتوں کے ناظم کی سی ہوچکی ہے یوں ضلعی و شہری نظام براہِ راست عالمی اقتدار کے ماتحت ہوچکا ہے اور یوں کمزور قومی حکومتیں مزید غیر مؤثر ہوگئی ہیں۔ عسکری و معاشی غلبے کے ساتھ سیاسی غلبہ بھی مکمل ہورہا ہے۔ عالمگیریت ایک دجالی نظام ہے جس کا اثر و نفوذ غیر معمولی ہے۔ مغرب نے وفاقوں کی فیڈریشنوں کے ذریعے علاقائی وحدت کا انتظام کرلیا ہے اور اس کے مزید استحکام کے لیے کام ہورہا ہے لیکن عالم اسلام کو چھوٹے چھوٹے یونٹوں میں مزید تقسیم کرنے کی منصوبہ بندی ہوچکی ہے تاکہ نظریاتی اور دینی وحدت کی بنیاد پر کوئی مزاحمت پروان نہ چڑھ سکے۔ عالمگیریت کی کوکھ میں ایک ایسا زہریلا تصور پروان چڑھ رہا ہے جس میں اُمت مسلمہ کی پوری قیادت عالمگیریت کے ایلچی کا کردار کررہی ہے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ پچھلی تین چار صدیوں سے قیادتوں کی نالائقی اور غداری کی وجہ سے وہ پے در پے شکست کھارہے ہیں۔

ماحولیاتی تباہی

عالمگیریت کے نتیجے میں طاقتور قوموں کو بالعموم اور کثیر القومی کمپنیوں کو بالخصوص کمزور قوموں کے قدرتی وسائل کی لوٹ مار کا اختیار مل گیا ہے۔ اب سرمایہ کاری کے نام پر بیرونی سرمایہ کاروں کو نفع کا لالچ دیا جارہا ہے۔ عالمگیریت کے مستحکم ہونے کے نتیجے میں شاید یہ تکلف بھی نہ ہوگا۔ یہ لوگ خود بخود قابض ہوجائیں گے۔ جنگلات، پانی کے وسائل، معدنیات، تیل و گیس اور خوراک وغیرہ تمام وسائل پر ان کا تسلط ہوگا۔ وہ اسے لوٹ کر عالمی منڈی میں لے جائیں گے اور اہل وطن فاقوں مرتے رہیں گے۔

افریقہ میں کان کنوں اور تیل نکالنے والی کمپنیوں نے جو تباہی مچا رکھی ہے اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ نائیجیریا اور کانگو کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ دولت مند ملکوں کے تعیش کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے انھیں بے دریغ حاصل کیا جارہا

ہے۔ جنگلات تباہ ہورہے ہیں اور فیکٹریوں سے زہریلے مادے خارج ہورہے ہیں۔ ماحول کو خراب کرنے والی تمام صنعتیں غریب ممالک میں لگ رہی ہیں اور تیسری دنیا کے لوگوں کو مبتلائے مصیبت کرکے چھوڑ دیا گیا ہے۔

مذہبی و نسلی فسادات

عالمگیریت کا ایک خطرناک نتیجہ کمزور ممالک کے اندر انتشار و فساد ہے۔ مذہبی اختلافات اور نسلی فسادات کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے تاکہ کمزور معاشروں سے عالمی ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کی لوٹ کھسوٹ کے خلاف مزاحمت پیدا نہ ہو۔ یہ معاشرے اگر باہم دست و گریباں رہیں گے تو عالمی قوتیں اپنا کام اطمینان سے کریں گی۔ چونکہ عالمگیریت کے پیچھے تخریب کار ذہن کام کررہا ہے اس لیے اس سے کسی خیر کی توقع رکھنا عبث ہے۔ مذہب خاص طور پر عالمگیریت کا نشانہ ہے اور اسلام بنیادی ہدف ہے۔ ہر مذہب میں اخلاقی قدروں کی پاسداری کا ایک اہتمام ہے جو عالمگیریت کے بے رحم مقاصد کی راہ میں رکاوٹ ہے اس لیے مذہبی اثر ورسوخ کو کم کرنے کے لیے پہلے ہی مذہب پر دباؤ بڑھا دیا گیا ہے۔ مذہبی بنیاد پرستی کو ایک مذموم مظہر کے طور پر زور و شور سے پیش کیا جارہا ہے اور موہوم اسلامی بنیاد پرستی کو خاص طور پر اُجاگر کیا جارہا ہے۔ شکاگو یونیورسٹی نے فنڈامینٹلزم پروجیکٹ کے تحت کئی جلدوں میں مطالعہ شائع کیا ہے جو میڈیا کے کارکنوں اور پالیسی ساز اداروں اور افراد کے لیے رہنمائی کا کام دے رہا ہے۔ چونکہ عالمی استعمار کو اہل مذہب ہی سے مزاحمت کا خطرہ ہے اس لیے پہلے ہی ان کے خلاف ایسی فضا تیار کی جارہی ہے کہ وہ اپنی مدافعت میں ہی لگے رہیں اور ان انسان دشمن پالیسیوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کرسکیں۔ عالمی استعمار کے جارحانہ اقدامات کی وجہ سے مسلمان اہل دین و شعور پر دباؤ بڑھ گیا ہے۔ حکمت عملی یہ ہے کہ خارجی طور پر عسکری حملوں کی دھمکی دی جارہی ہے اور داخلی طور پر اپنے پروردہ اور تربیت یافتہ عناصر کے ذریعہ سے الزام تراشیوں سے سازگاری کرلی ہے اس لیے وہ عوام کو خارجی حملوں سے ڈراتے ہیں اور اندرونی انتشار کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنی گرفت مضبوط کرسکیں۔

عالمگیریت اور مسلم دنیا

عالمگیریت کی تحریک کے نتیجے میں جو تبدیلیاں آئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سرمایہ اور اشیاء کی منتقلی آسان ہوگئی ہے اور افراد کی آمد ورفت بھی۔ تیسری دنیا کے افراد کے لیے تو پابندیاں کسی نہ کسی طرح موجود ہیں البتہ ترقی یافتہ ممالک کے افراد آسانی کے ساتھ دندناتے پھر رہے ہیں۔ اس سے جو فرق پڑا ہے وہ بنیادی طور پر اخلاقی اور ثقافتی ہے۔ چونکہ مغربی کلچر بدکرداری پر مبنی ہے اس لیے سب سے پہلا اثر تو اخلاق پر پڑا ہے۔ بدکرداری کو فروغ ملا ہے۔ سرمایہ دار ممالک کے بدکردار افراد کو دولت کی وجہ سے ہر قسم کے اقدام کی اجازت ہے اور حکومتیں ان کو تحفظ فراہم کررہی ہیں، لوگوں کو تسلی دی جاتی ہے کہ سرمایہ کاری بڑھ رہی ہے، طوائف کلچر کی حوصلہ افزائی ہورہی ہے کیونکہ عصمت فروشی بھی تو سرمایہ لانے کا باعث ہے اور سرمایہ سے محبت کرنے والی حکومتیں اسے جنسی صنعت (SEX INDUSTRY) قرار دینے میں کوئی تأمل نہیں کررہیں۔ مسلم دنیا پر پہلا اثر جو عالمگیریت کا ہوا ہے وہ حیاباختگی کے فروغ کا ہے۔ مسلم معاشروں پر عالمگیریت کا جو دباؤ ہے اس کی وجہ سے انھیں اپنے معاشروں میں دینی روایت کو قائم رکھنا چاہیے، انھیں زبان کی حفاظت کرنی چاہیے اور اپنے معاشرتی اداروں کا دفاع کرنا چاہیے اور سب سے اہم اپنے تشخص کو بدلتے ہوئے حالات، نئے تقاضوں اور تغیر پذیر عالمی ماحول میں قائم رکھنے کی جدوجہد کرنی چاہیے۔ دینی قیادت کی ذِمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ اسے ہوش وحواس قائم رکھتے ہوئے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوجانا چاہیے۔ انفرادی واجتماعی، معاشرتی وسیاسی ہر سطح پر عالمگیریت کے اثراتِ بد کی مزاحمت منظّم رہنی چاہیے۔

معاشی اثرات

مسلم ممالک پر سب سے بُرے اثرات معاشی پڑے ہیں۔ مسلم ممالک کی معیشتیں پہلے ہی کمزور ہیں، انفراسٹرکچر مضبوط نہیں ہے، صنعتی بنیاد مستحکم نہیں، کرپشن اور بدنظمی کا دور دورہ ہے۔ ایسے میں جب عالمگیریت پوری قوت کے ساتھ آئی ہے تو مسلم ممالک کی معیشتیں اس کا مقابلہ نہیں کرپارہیں۔ مسلم ممالک میں بڑی صنعتیں نہیں ہیں۔ زیادہ زور ٹیکسٹائل پر رہا ہے اور اس

میں سخت مقابلہ ہے۔ الیکٹرونکس، آٹومیشن، اسلحہ اور SPACE SCIENCE کے میدان میں کوئی پیش رفت نہیں ہے حتیٰ کہ زرعی میدان میں بھی مشینری کی کمی ہے۔ مسلم ممالک کی زمینیں اور زرعی اثاثے کثیر القومی کمپنیوں کے ہاتھ بیچے جا رہے ہیں کیونکہ عالمی ساہوکاروں نے سرمایہ کاری کے نام پر قبضہ کی پالیسی تیار کر رکھی تھی اور ہمارے اربابِ اختیار چند سکوں کے عوض قیمتی اثاثے لٹانے کے لیے تیار تھے۔ اس سے ان کی وقتی ضرورتیں تو پوری ہو رہی ہیں لیکن قوم اپنے مستقل اثاثوں سے محروم ہو رہی ہے۔ عالمگیریت مسلمانوں کے لیے بڑا چیلنج ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے وہ معاشی طور پر مفلوج، سیاسی طور پر مغلوب اور ثقافتی طور پر شدید فساد اور انتشار کا شکار ہو رہے ہیں۔ عالمگیریت کا بنیادی مقصد مغربی تہذیب کا غلبہ ہے اور جہاں جہاں مزاحمت ہے اس کا خاتمہ، نیز پوری دنیا کو مغربی کلچر کا پابند بنانا، مغربی بداخلاقی کی اقدار کو اپنانا اور مغربی معیشت کے استحکام کے لیے کام کرنا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ عالمگیریت کا سب سے بڑا چیلنج مسلمانوں کو درپیش ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ عالمگیریت یورپ اور امریکہ کی مرکزیت پر مبنی ہے اور EUROCENTRIC فریم ورک ہی پر مبنی ہے۔ اس کا فلسفہ، اس کا عملی پروگرام، اس کا نفاذ اور اس کا طریق کار سب مغربی تہذیب کے غلبے ہی کے لیے ہے۔ یہ تو وقت بتائے گا کہ مغربی تہذیب کا پودا اسلامی ممالک میں کیسے پھلے پھولے گا اور کس طرح ثمر آور ہوگا۔ سرِ دست تو اس کے نفوذ کے لیے بھرپور کوشش کی جا رہی ہے اور مسلم ممالک میں دائیں اور بائیں بازو کے دانشور، حکومتی کارندے، سرمایہ کار اور NGO کے کارکن پوری تن دہی سے اس عظیم کام میں عالمی استعمار کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔

اُمتِ مسلمہ کا لائحہ عمل

مغربی تہذیب کے موجودہ چیلنج اور دنیا کی واحد بڑی طاقت کی عیاں جارحیت کے سامنے دو ہی راستے کھلے ہیں: ایک مکمل اطاعت کا اور دوسرا اپنے تشخص کے تحفظ کا۔ مسلم ممالک کے اربابِ اختیار تو شاید پہلے راستے کو منتخب کریں کیونکہ اس میں ان کی اپنی حفاظت کا راز پنہاں ہے اور ان کے مفادات مغربی تہذیب کے غلبے سے وابستہ ہیں۔ لہٰذا وہ اس طریق کار کا ساتھ دے رہے ہیں اور عالمگیریت کے لیے سہولتیں بہم پہنچا رہے ہیں لیکن مسلم ممالک کے اہل دین

بالخصوص اور عوام بالعموم اپنی اقدار کی تباہی اور اپنے تشخص کی معدومیّت قبول نہیں کر رہے۔ وہ اسلامی اخلاق واقدار کے تحفظ پر مصر ہیں اور اس طرح مسلم معاشرے داخلی طور پر تصادم کی راہ پر چل نکلے ہیں، جو کسی طرح بھی اُمت کے مفاد میں نہیں گو عالمگیریت کے علمبردار اس سے خوش ہیں۔ ان کے نزدیک یہ بھی غلبہ کی تحریک کا ایک پڑاؤ ہے اور اس میں کامیابی عالمگیریت کے استحکام میں معاون ثابت ہوگی۔ مسلمانوں کو سوچ سمجھ کر اپنے ردّعمل کا اظہار کرنا چاہیے اور ان طریقوں کے بارے میں سوچنا چاہیے جن سے وہ اس صورتِ حال کا مقابلہ کر سکیں۔ مسلم معاشروں کو الگ الگ اسٹریٹجی اختیار کرنے کی بجائے ایک متحدہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے کیونکہ عالمگیریت کے سلسلے میں مغرب نے متحدہ سٹریٹجی اپنائی ہے۔ مثلاً شریعت کے نفاذ کی مخالفت میں تمام مغربی ممالک متفق ہیں، آزاد خیالی کے حق میں سب متحد ہیں، لادین مغربی جمہوریت کے حق میں سب متحد ہیں اور نام نہاد انسانی حقوق کی پاسداری پر سب راضی ہیں لہٰذا اُمت مسلمہ کو متحدہ لائحہ عمل تیار کرنا اور اپنانا چاہیے۔ اس کے بغیر مزاحمت ممکن نہیں۔

اس لائحہ عمل کے دو پہلو ہیں: ایک روحانی اور دوسرا مادی۔

روحانی لائحۂ عمل

اُمت مسلمہ ایک روحانی گروہ ہے۔ اس کی اساس کائنات کی روحانی تعبیر پر مبنی ہے۔ توحیدِ الوہیت اور توحید ربوبیت اس روحانی تعبیر کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق، اسے نشوونما دینے اور اسے کنٹرول کرنے والا ہے۔ انسان کی رہنمائی کے لیے اس نے نبوت ورسالت کا ادارہ قائم کیا جو وحی الٰہی کی بنیاد پر فرد اور معاشرے کی اصلاح ونشوونما کے لیے کام کرتا رہا۔ مغرب اس روحانی اساس کا انکار کرتا ہے۔ اس کے ہاں خالق کائنات کا حیاتِ انسانی کی تعمیر و ترقی میں کوئی حوالہ نہیں۔ اس کی نظر میں وحی الٰہی ایک موہوم تصور ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ انبیاء تاریخ کا حصہ ہوں گے لیکن ان کے روحانی تجربے زندگی کے حوالہ نہیں بن سکتے۔ مغرب اس وقت کائنات کی مادی تعبیر پر یقین رکھتا ہے اور حیاتِ انسانی کی تعمیر مادی اصول وضوابط کے حوالے سے ہی کر رہا ہے۔ جب تک مسلمان اپنے عقیدے پر ایمان کو اختیار نہیں کریں گے اس وقت تک اس حملے کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اُمت مسلمہ کا ہر فرد تجدید عہد کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو

مستحکم کرنے کا انتظام کرے تا کہ وہ اس جارحیت میں ثابت قدم رہے اور حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے اپنی محبت واطاعت کے تعلق کو مضبوط کرے اور اس کے خلاف کوئی چیز قبول نہ کرے۔ حب الٰہی اور حب رسول ﷺ مسلمان کا حصار اور اس کا کامیاب ہتھیار رہے۔اسی سے اُمت نے اب تک ہر چیلنج کا مقابلہ کیا ہے۔

اُمت کے آفاقی تصور کا استحکام

روحانی لائحۂ عمل کا دوسرا نکتہ اُمت کا عالمی تصور ہے۔اسلام کا تصورِ آفاقیت روحانی بھی ہے اور مثبت بھی۔اُمت مسلمہ رنگ ونسل اور جغرافیائی وحدتوں کی بجائے ایک روحانی الاصل گروہ ہے جو آفاقی (TRANSNATIONAL) ہے۔توحید اس تصور کو مستحکم کرتی ہے، رسالت اجتماعیت کو مضبوط بناتی ہے اور کعبۃ اللہ ایک مرکز پر مجتمع کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے بارے میں کہا ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَـٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَـٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ (الحجرات:13)

''لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہیں مختلف گروہ اور قبیلے بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔اللہ کے ہاں تم میں سے وہ شخص قابل تکریم ہے جو زیادہ متقی ہے''۔

قرآن مزید کہتا ہے:

إِنَّ هَـٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ (الانبیاء:92)

''یہ تمہاری اُمت حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔پس تم میری عبادت کرو''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ (ابن ماجہ، کتاب الفتن)

''میں آخری نبی اور تم آخری امت ہو''

اس اُمت کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآن نے کہا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرۃ:143)

یعنی اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک میانہ رو اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بن سکو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔

مسلمانوں کو عالمی روحانی قوت بننے کے لیے کسی نئے فریم ورک پر کوئی بڑی جدوجہد کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی بنیادیں موجود ہیں، تصور موجود ہے، مسلمان عوام کے اندر تڑپ موجود ہے، اسے صرف منظّم اور متحرک کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کے دشمنوں نے اُمت کے اس تصور کو ختم کرنے کے لیے قومیّت کی تحریک متعارف کرائی اور دورِ استعمار میں عالم اسلام کو ٹکڑوں میں بانٹا اور چھوٹی چھوٹی پارٹیوں کو مستحکم کرنے اور باہم دگر لڑانے کے لیے منصوبہ بندی کی۔ چونکہ اُمت روحانی اساس اور نظریاتی تصور پر قائم ہے اس لیے اسلام کے خلاف جارحانہ مہم چلائی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ احیاء امت کے اس تصور کو فکری اور نظریاتی طور پر مستحکم کیا جائے۔ چونکہ اُمت کی شناخت رسول اللہ ﷺ کی قیادت سے ہے لہٰذا حب رسول اور اتباعِ رسول کو محکم کرنے کے انتظامات کیے جائیں تا کہ خطرات کا مقابلہ کیا جا سکے۔

اخلاقی قدروں کا استحکام

روحانی لائحہ عمل کا تیسرا نکتہ اخلاقی قدروں کا استحکام ہے۔ مغرب نے سیکولرائزیشن کے تحت اخلاقی قدروں کو اضافی قرار دیا ہے اور صرف انہی قدروں کا فروغ چاہتے ہیں جنھیں وہ دوست رکھتے ہیں۔ اسلام ہمیں مستقل اور پائیدار قدروں سے روشناس کراتا ہے۔ لہٰذا اخلاقی قدروں کی تغیر پذیری کو سختی سے ردّ کر دینا چاہیے اور مسلمان معاشروں میں نئی اقدار کی مزاحمت کرنی چاہیے۔ حیاء، عفت، غیرت، عدل، احسان، معروف و منکر اور شفقت و رحمت جیسی قدروں پر ہی معاشرے کا وجود منحصر ہے۔ یہ ختم ہو گئیں تو معاشرے کا اسلامی تشخص ختم ہو جائے گا۔ عالمگیریت دنیا میں فحاشی، بدکرداری، بے حیائی، بے غیرتی، خود غرضی اور ظلم کو نافذ کرنا چاہتی ہے۔ مسلمان معاشرے اپنی روحانی اساس کے استحکام میں اسلام کی عطا کردہ اخلاقی قدروں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کی اصل قوت ہے۔ مسلمان معاشرے اگر داخلی طور پر مضبوط ہوں گے اور

افرادِ معاشرہ کا شعور بیدار ہوگا تو خارجی اثرات کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ عالمگیریت کے پروگرام میں داخلی تضادات کو اُبھارنا اور اخلاقی بنیادوں کو کمزور کرنا شامل ہے۔ چونکہ عالمگیریت کو طاقتور میڈیا کی حمایت حاصل ہے اس لیے اس قوت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مسلمان معاشروں کی اصل قوت ان کا روحانی تشخص ہے اور اسی پر ساری مزاحمت کا دارومدار ہے۔ ہمارے ہاں مذہبی اختلافات موجود ہیں اور گروہی وفاداریوں کی بنیاد پر اجتماعی قوت کمزور ہوچکی ہے۔ عالمگیریت مغرب کے اتحاد کا مظہر ہے اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے کا ذریعہ ہے اور اگر ہمارے فرقہ وارانہ اختلافات بڑھ گئے تو پھر عالمگیریت بغیر کسی مزاحمت کے کامیاب ہوجائے گی۔ شعورِ اُمت کی پختگی، وحدت اُمت کا ادراک اور فرقہ وارانہ رواداری سے ہم روحانی تشخص کو مضبوط کرسکتے ہیں۔ یہی بچاؤ کا ذریعہ ہے اور اسی سے ہم وہ متبادل نظام دینے کے قابل ہوں گے جس میں انسانیت کی اصلاح وفلاح مضمر ہے۔

مادی لائحۂ عمل

مسلمان ممالک کا اجتماعی پلیٹ فارم موجود ہے لیکن مغرب نے اس کے اندر نقب لگائی ہوئی ہے۔ بعض ممالک دانستہ طور پر عالمی استعمار کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ او آئی سی میں یوگنڈا جیسے ممالک بھی شامل ہیں جس کا صدر عیسائی ہے اور مسلمان اقلیت میں ہیں۔ او آئی سی کو امت مسلم کا نمائندہ ہونا چاہیے اور بنیادی طور پر وہی ممالک اس کے رکن ہونے چاہئیں جہاں حکومتیں مسلمان ہیں۔ مسلم اقلیات کی شمولیت کا الگ نظام وضع کرنا چاہیے تاکہ پالیسی بناتے وقت کوئی غیر مسلم اس میں شامل نہ ہو۔ یہ خطرہ تو ہمیشہ رہے گا کہ کوئی مسلمان استعمار کا جاسوس ہو اور ذاتی اغراض کے لیے اُمت سے غداری کرے لیکن جانتے بوجھتے غیر مسلم کو اُمت کے اجتماعی پلیٹ فارم میں شامل کرنا حماقت کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ بدقسمتی سے او آئی سی نے اپنا کردار ادا نہیں کیا اور عملاً استعمار کے ہاتھ میں کھلونا ثابت ہوئی ہے۔ اسے صحیح خطوط پر منظّم کرکے اس سے کام لیا جاسکتا ہے۔ مادی لائحہ عمل میں جہاں مشترکہ پلیٹ فارم کی مضبوطی اور عمدہ تنظیم شامل ہے وہاں کچھ اور اقدام بھی ضروری ہیں جو مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

معیشت کا اپنا نظام

مغربی استعمار کے آغاز سے اب تک دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کا غلبہ چلا آ رہا ہے۔ ستر سال کے قریب اشتراکی نظام نے متبادل معاشی تنظیم مہیا کی لیکن سرمایہ دار نے اس کا مقابلہ کیا۔ وقتی حک و اضافہ کے ساتھ اس نے اپنا دباؤ جاری رکھا اور بالآخر اشتراکی نظام بکھر گیا۔ اس دوران میں عوامی بہبود کے پروگرام متعارف کرائے، غریب ملکوں کو امداد دینے کے انتظامات کیے لیکن زیادہ توجہ مغربی ممالک کے عوام پر رہی۔ ان کا معیارِ زندگی بلند کیا گیا، انہیں سہولتیں مہیا کی گئیں اور عوامی فلاح کے بہت سے پروگرام متعارف کرائے گئے۔ ترقی کے نئے پیمانے متعارف کرائے گئے اور غریب ملکوں کو قرض دے کر سود کی صورت میں اپنی معیشتوں کا انتظام کیا گیا۔ نام نہاد ترقی یافتہ ممالک کے مختلف کنسورشیم بنائے گئے جو تیسری دنیا کے ملکوں کو دیے جانے والے قرضوں کی تنظیم کرتے ہیں اور ان ملکوں سے سودی قسطوں کا بہاؤ جاری رہتا ہے تاکہ ان ممالک کی مستقل آمدنی کا وسیلہ قائم رہے۔ ناروے جیسا چھوٹا ملک قرض دینے کی پوزیشن میں ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی پوری اُٹھان استحصال پر ہے۔ سرمایہ وسیع پیمانے پر اشیاء تیار کر کے مارکیٹ میں لے آتا ہے اور پھر انتظام کرتا ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے بعض ممالک استعماری دور میں خام مال کے مراکز کے طور پر متعین کیے گئے جو اب تک چل رہے ہیں۔ ان ممالک میں قحط، غربت اور پسماندگی ہے جبکہ ان کے خام مال پر چلنے والا سرمایہ دار دن بدن فربہ ہو رہا ہے، اس کی تجوریاں بھر رہی ہیں اور اس کے عشرت کدے آباد ہو رہے ہیں۔ اس استحصالی نظام کی بنیاد سود اور جوا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام نے بنکوں کے نظام کو مستحکم کیا اور اسٹاک ایکسچینج کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جو مفروضوں پر مبنی ہے۔ یہی نظام قیمتوں کا تعین کرتا ہے اور زر کی حیثیت متعین کرتا ہے۔ بڑے سرمایہ دار بازار حصص پر کنٹرول رکھتے ہیں اور SPECULATION کے ذریعے سے زر کی قیمتوں کا تعین کرتے ہیں۔ حصص کی مارکیٹ معیشت کی قوت متعین کرتی ہے جو اکثر موہوم ہوتی ہے اور کسی وقت دھڑام سے گر سکتی ہے۔ عالمی ساہوکاروں نے پوری دنیا میں بنکوں اور سٹاک ایکسچینج کے اداروں کو متعارف کرایا اور اس طرح ہر ملک کی معیشت ان کے ہاتھ میں آ گئی۔ عالمی سرمایہ داروں کا ہاتھ نبض پر ہوتا ہے اور وہ کسی ملک کی موت و حیات کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اقبال نے کہا تھا:

ایں بنوک ایں فکرِ چالاکِ یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود
تا تہہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام

مسلمان مما لک جب تک اپنا نظام معیشت ترتیب نہیں دیں گے اس وقت تک وہ سرمایہ دارانہ نظام کے چنگل سے نہیں نکل سکیں گے۔اس نظام کی ترتیب کے کئی فکری و عملی زاویے ہیں جنھیں پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔ بدقسمتی سے عالم اسلام کے معیشت دان ذہناً مغرب سے مرعوب ہیں کیونکہ وہ اس نظام کے پروردہ ہیں۔ مسلمان مما لک کی جامعات سرمایہ دارانہ معیشت کے ماڈل کو سامنے رکھ کر وہی کچھ پڑھا رہی ہیں جو مغرب میں پڑھایا جا رہا ہے۔کوئی ایک مجتہد بھی نہیں پیدا ہوا جو سود اور سٹاک ایکسچینج کی لعنت سے پاک معاشی نظام مرتب کر کے دے۔ جب تک سود، سٹہ اور جوا ختم نہیں ہو گا اس وقت تک مسلمان مملکتوں کے پنپنے کی کوئی اُمید نہیں۔ عالمگیریت اسی سودی نظام کو مزید مستحکم کرنے کا نظام ہے جسے عالمی ساہوکار منظّم کر رہے اور چلا رہے ہیں۔

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

سو اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

(القرآن 64:12)

مدیر کے نام

> ''اسلامی نظریہ اور ریاست پاکستان'' نامی کتابچہ کئی دوستوں اور احباب کو ارسال کیا گیا تھا۔ بعض حضرات نے اس پر تبصرہ ارسال کیا ہے وہ ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

1۔ مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ، فیصل آباد

آپ کا مطبوعہ کتابچہ بعنوان ''اسلامی نظریہ اور ریاست پاکستان'' بصد شکریہ وصول کیا۔ یاد آوری موجب مسرت۔ جھنگ جیسے پسماندہ اور علم و ادب کے اعتبار سے بنجر علاقے میں آپ علمی و ادبی اور تحقیقی مطبوعات کا گلشن سجا رہے ہیں۔ آپ کا یہ کتابچہ ''اسلامی نظریہ اور ریاست پاکستان'' معلومات افزا بھی ہے اور چشم کشا بھی۔

یہ صحیح ہے کہ قیامِ پاکستان کے ابتدائی مرحلے میں پاکستان کو ایک نظریاتی اور اسلامی مملکت قرار دینے کا بہت پروپیگنڈا کیا گیا تھا مگر قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء کے آغاز میں اسلامی نظریے کا علَم بلند کرنے والوں نے جس بے دریغ طریقے سے غیر مسلموں کی متروکہ جائیداد کو لوٹا اور اقتدار کی چھینا جھپٹی کا مظاہر کیا وہ حد درجہ کربناک تھا، یوں محسوس ہو رہا تھا کہ پاکستان کسی نظریے کے تحت نہیں بلکہ صرف مادّی فوائد حاصل کرنے کی خاطر معرضِ وجود میں آیا تھا، اس ناگفتنی صورت حال کی جانب توجہ دلائی گئی کہ پاکستان اسلامی نظام کی خاطر معرضِ وجود میں آیا تھا تو 'نودولتیوں' نے واویلا شروع کر دیا کہ پاکستان میں کونسا اور کس کا اسلام نافذ کیا جائے؟ (فرقہ دارانہ کشمکش کی جانب اشارہ ہے)۔ اس پر ملک کے ممتاز علماء و مشائخ کے تاریخی

اور منفرد اجتماع مشرقی اور مغربی پاکستان کے تمام مکاتب فکر اور مسالک کے ممتاز اور جید علماء کرام کا علامہ سیّد محمد سلیمان ندوی کی زیر صدارت منعقد ہوا اور راقم نے روز نامہ آزاد لاہور کے ایڈیٹر کی حیثیت سے اس اجلاس کی کارروائی نوٹ کی اور حاضرین اجلاس کے دستخط لیے تھے جو میرے پاس محفوظ ہیں (بحمد اللہ) اس تاریخی اجلاس کے بعد ۱۹۵۳ء کی تحریک کا آغاز ہو گیا اور ہم سال کے لیے پابند زنداں کر دیے گئے تھے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور اسلامی نظام کے ترجمان روز نامہ آزاد اور روز نامہ زمیندار لاہور جبراً بند کر دیے گئے تھے، سال بعد جب درِ زنداں وا ہوا تو بدلا ہوا زمانہ تھا، وہ دن گئے اور یہ دن آئے پھر اس نوعیت کا کوئی اجلاس منعقد نہیں ہو سکا اور مذہبی جماعتیں 'امارۃُ الصِّبْیان' کے فتنے میں مبتلا ہو گئیں بس اب ع ''ڈھونڈ انھیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر'' والی صورت حال ہے، آپ کا دم غنیمت ہے کہ ظلمت کدے میں شمع اسلام روشن کرنے کے لیے ساعی و کوشاں ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نصرت سے نوازتا رہے، آمین۔

میری قلبی دُعائیں اور عملی تعاون آپ کے ہمرکاب ہے، ان شاء اللہ آپ سے ملاقات کے دوران اس موضوع کی بابت مفصل گفتگو ہوگی۔ احباب اور اہل مکتب کی خدمت میں سلام اور دُعاؤں کی درخواست۔

2۔ رشید احمد انگوی، مرغزار کالونی، لاہور

کتابچہ ''اسلامی نظریہ اور ریاستِ پاکستان'' کا مطالعہ کرنے کے بعد جو خیالات و احساسات وارد ہوئے، پیش خدمت کیے جا رہے ہیں۔ آپ کی دردمندی اور احباب کو اس میں شریک کرنے کی کاوش قابل تحسین اور لمحہ موجود کی ضرورت ہے۔ اللہ کریم آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔............

1۔ قانون اور قانونی ڈھانچہ تو ہے مگر انصاف نہیں۔ خصوصاً ایک غریب، بے بس اور بے کس انسان انصاف پالے، یہ ممکن نہیں ــــ پارلیمنٹ صرف پارٹی لیڈروں (اصلاً مالکوں) کی خواہشات کی تکمیل میں تعاون کے سوا کچھ نہ کر سکنے کا مقام بن چکی ہے ــــ اپنے اثرات کے لحاظ سے نادیدہ طاقتیں ہی دیدہ محسوس ہوتی ہیں ــــ اشرافیہ کے لیے معروف اینکر ڈاکٹر شاہد مسعود

'بدمعاشیہ' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔۔۔ کرپشن، بے حیائی، دین سے دوری جیسی کیفیات حکمرانوں کے زیر اثر اب عوام الناس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں۔

2۔ سیکولر ریاستوں کا کریڈٹ ہے کہ انہوں نے بقول قاضی حسین احمدؒ، اپنی تہذیب ہمارے بیڈروم تک پہنچادی ہے۔اس کے علاوہ اپنے تصورت کو کتنے ہی خوب صورت عنوانات کے تحت ملفوف انداز میں دنیا میں پہنچادیا ہے۔

3۔ اسرائیل کو بجا طور پر اس حقیقت پر فخر ہے مگر افسوس کہ ہمارے اربابِ حل وعقد کو تو اسلام کا نام لیتے ہوئے بھی شرمندگی محسوس ہوتی ہے اور یہ مغربیت کے بے دام غلام بنے ہوئے ہیں۔

4۔ پاکستان میں ریاست وحکومت اور جمہوریت کی باتیں کتابی حد تک ہی مانی جاتی ہیں۔ بھٹو کے بعد ایک مضبوط وراثتی اور بادشاہی سوچوں پر مستقل خاندانی سیاست کا طوطی بول رہا ہے اور قدیم حکمرانوں کی طرح اقتدار کے لئے کشتوں کے پشتے لگانے کا عمل آنکھوں کے سامنے ہے۔ دوسری جانب ضیائی مارشل لا کے ایک جرنیل جیلانی نام کا خالص کاروباری سوچوں کا ایک ایسا سلسلہ سیاست پر مسلط کر گیا جو سوائے اپنی نسل کے کسی کو قومی قیادت کا اہل قرار دینے کے لئے تیار ہی نہیں۔ یوں جمہوریت کے جھنڈے تلے بدنما قسم کی وراثتی سیاست کا ملک کو سامنا ہے۔

5۔ مسلمہ ریاستی ادارے اصلاً تین ہی ہیں: عدلیہ، مقنّنہ، انتظامیہ۔ تاہم ہماری ملکی تاریخ میں بدقسمتی سے ایوب خان قبیل کے حکمرانوں نے فوج کو چوتھا ستوں بنا ڈالا اور مطلق العنان جرنیل سوڑو ڈیما کریسی کا تماشہ دکھاتے رہے۔ خصوصاً 'شریف جیلانی ڈیل' نے تو گویا آنے والے وقتوں کے لئے ایک نیا باب 'خاندانِ شریفاں کی حکمرانی' کھول دیا جس نے اپنے اوپر جمہوریت کی چادر اوڑھ لی۔

6۔ میڈیا عصر حاضر کی ایک اہم حقیقت ہے۔ چوبیس گھنٹے چینلوں کی بھرمار نے ایک کہرام برپا کر رکھا ہے۔ مشرف دور نے جو چینلوں کی یہ صورت حال مسلط کی وہ ہماری ضرورت اور گنجائش سے غیر ضروری طور پر بہت زیادہ ہے۔ سوائے اس کے کہ ابلاغیات کے طلبہ وطالبات کے لئے نوکریوں کا ایک وسیع نظام پیدا ہوگیا، اس کے بہت زیادہ فوائد حاصل نہیں ہوسکتے۔ میڈیا انسان کی اطلاعاتی بھوک پیاس دور کرنے کے لئے ایک اہم ضرورت ہے مگر اس کی حدود وقیود بھی ہوں۔

کیا یہ درست نہیں کہ برطانیہ کے ایک شہری پر اتنی میڈیائی برسات نہیں ہوتی جو آج پاکستان میں ہو رہی ہے۔ میڈیا کے فوائد کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے شعور عام کرنے میں بہت کردار ادا کیا ہے۔ بعض اینکروں نے حب الوطنی اور جرأت کا بے مثال مظاہرہ کیا ہے جو قابل فخر حقیقت ہے۔ سوشل میڈیا کے اثرات و تاثیرات تو وسیع موضوع ہیں۔

7۔ جس طرح ایک مسلمان کی پوری زندگی کلمہ توحید پر ایمان و عمل سے عبارت ہوتی ہے بالکل یہی صورت حال اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی ہے کہ یہ مملکت خداداد اسی کلمہ توحید کی بنیاد پر وجود میں آئی (بے دین لوگ کسی روپ میں بہ کر، اس بنیادی حقیقت کا جتنا چاہیں انکار کرتے رہیں وہ محض باطل اور جھوٹ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں اور یہ سورج پر تھوکنے جیسی قبیح حرکت ہے) مفتی محمد رفیع عثمانی جیسی شخصیات ماشاءاللہ حیات ہیں اور اپنے ٹی وی انٹرویو میں بتا چکے ہیں کہ ہم بچے کس طرح یہ نعرہ لگایا کرتے تھے کہ ''لے کے رہیں گے پاکستان ــــ بن کے رہے گا پاکستان۔'' ''پاکستان کا مطلب کیا ــــ لا اِلٰہ اِلا اللہ''۔

نظریہ تو ہر ریاست کا ہوتا ہے۔ یہ کہنا درست نہیں کہ ''مغرب میں کوئی ریاست ہے ہی نہیں'' مغرب تو ہے ہی نظریاتی ریاستوں کا مجموعہ اور ہر ریاست کا نظریہ اس کے جھنڈے کی صورت میں دنیا کو نظر آتا ہے۔ کٹر صلیبی ریاستوں نے صلیب کو جھنڈے پر سجا رکھا ہے۔ اسی طرح خالص جمہوری ریاستوں کا بنیادی نظریہ جمہوریت کی پاسداری ہے۔ تسلیم کرنا چاہئے کہ ہر قوم کا جھنڈا اس کے بنیادی نظریے کا عکاس ہے۔ اسرائیل اور پاکستان میں مماثلت مذہبی بنیادوں پر ہے۔ اسرائیل تورات ماننے والی قوم کے خوابوں کی تعبیر کے لئے عالمی سازشی طاقتوں کی سرپرستی میں وجود میں لا کر اس کی مستقل حفاظت اور خدمت کے لئے اقوام متحدہ، سلامتی کونسل، ویٹو پاور کا سلسلہ قائم کیا گیا۔ چین کی شمولیت تو بعد کی بات ہے اصل کہانی تو پہلے وجود میں آ چکی تھی۔ فلسطین کا المیہ تو دور حاضر کی انسانی فراست و دیانت کی ناکامی کا واضح ترین ثبوت ہے۔ آج کے سعودی عرب کا نظریہ حکمران خاندان کی تا قیامت حکمرانی کا تصور ہے۔ پاکستان کا نظریاتی پہلو یقیناً اقبال و قائد کی فکر و بصیرت سے وابستہ ہے جس کی اصل قرآن مجید ہے اور بقول ڈاکٹر اسرار احمد: امت مسلمہ ہی لحہ موجود کی ''اہل کتاب'' امت ہے یعنی حامل قرآن امت۔ فکر اقبال کو بطور

نظریۂ پاکستان اُجاگر کرنا بالکل درست ہے یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے بدخواہ قوم کی توجہ اقبال سے ہٹانا چاہتے ہیں اور موجودہ حکمرانوں کے ہاتھوں یوم اقبال کی قومی تعطیل کا خاتمہ اسی حقیقت کا غماز ہے اور راقم یہ دیکھ رہا ہے کہ نوبل پرائز کو ایک بڑی چیز بنا کر ایک سواتی بچی اور جھنگ کالج کے ایک سابق سائنسدان طالب علم کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کر کے تعلیمی و تہذیبی و ثقافتی انقلاب برپا کرنے کی چالیں چلی جا رہی ہیں اور مغرب میں بسیرا کرنے والے حکمران خاندان اس برطانوی و مغربی حکمت عملی کو آگے بڑھانے میں مغرب کے خدمت گار ہیں۔

8۔ کوئی بھی ریاست اپنا تعلیمی نظام ''تعلیم، تربیت، ثقافت'' کے امتزاج کی صورت میں تشکیل دیتی ہے۔ ہمارے ہاں تعلیمی شعبے کے حوالہ سے جو پریشانی لاحق ہوتی ہے وہ اصلاً اربابِ بست و کشاد کی غلامانہ ذہنیت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ تعلیم، نصاب، مدرسہ، معلم جیسے عنوانات کے حوالے سے بنیادی پالیسی خطوط علامہ اقبال نے بہت وضاحت سے بیان کر دیے ہیں۔ تعلیم سے متعلق فکر اقبال کی تعلیمات کو وزارتِ تعلیم نیز محکمہ تعلیم بشمول سربراہان ادارہ و معلّمین و معلّمات کے لئے لازمی شرط قرار دینا چاہیے۔

9۔ ریاستی مشینری کے لئے افرادِ کار کا انتخاب اور تربیت اسی طرح ضروری عمل ہے جس طرح آرمی، سول سروس، میڈیکل، قانون وغیرہ اعلیٰ سول و فوجی اکیڈمیوں کی صورت میں موجود ہے۔ تاہم اسے محض انگریز کی روایات کے اتباع سے ہٹ کر نظریاتی و ملّی شعور سے مالا مال کرنا ضروری ہے۔ اہم ترین تربیت سیاست اور منتخب ایوانوں کے طلب گاروں کے لئے ضروری ہے ہمارے ہمہ پہلو زوال کی وجہ یہ ہے کہ وطن عزیز کے قیام سے وابستہ اہم ترین اساسی تصورات دیے بغیر مناصب اور قانون سازی کی مسندیں سنبھالنے بھیج دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اعلیٰ ترین ریاستی مسندوں تک چور ڈاکو اور وطن کے بے وفاؤں کا پہنچنا آسانی سے ممکن ہو جاتا ہے۔ اصل میں ووٹر کی بھی اتنی تربیت ہو کہ وہ اپنے ووٹ کی اہمیت جان کر اللہ کے حضور جوابدہی کے جذبے سے سرشار ہو کر انتخابی ٹھپہ لگا سکے۔

10۔ قیام پاکستان کے بنیادی مقاصد سے انحراف کا سہرا زیادہ تر بانی جماعت (مسلم لیگ) کے سر ہے جس نے بابائے قوم کی فکر اور کردار کو یکسر پس پشت ڈال کر جائیدادیں سمیٹنے اور مفاداتی

حکمرانی کا انداز اپنایا۔ 'کریلے پر نیم' کا کام یکے بعد دیگرے مارشل لاؤں نے کر دیا۔ اس کے جاگیردار کلاس، بیوروکریٹس، ججوں اور کانگریس کی باقیات نے ملک کے نظریاتی امتیاز نیز ملکی وقومی استحکام کو پارہ پارہ کرنے کی راہ پر لگا دیا اور تعلیم کا شعبہ خاص طور پر اپنا حقیقی ومثبت کردار ادا کرنے سے قاصر رہا۔ ان سب نے مل کر پاکستان کو دولخت کر ڈالا۔ اس زوال پذیری کے سفر میں ایک انتہائی طاقتور اور زہریلا عنصر مغربیت پرستی اور مغرب کی تہذیبی غلامی کا رہا۔

11۔ فوج دنیا کے ہر ملک کی دفاعی طاقت اور استحکام وسلامتی کی ضمانت ہوتی ہے مگر ہماری ملکی تاریخ جنرل سکندر مرزا، جنرل ایوب خان، جنرل یحیٰی خان، جنرل ضیاء الحق، جنرل مشرف، کے آمرانہ تسلط کے پے در پے سانحات وحادثات سے اس قدر داغ دار اور زخمی ہے کہ تشریح اور مذمت کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ جب کوئی جرنیل بظاہر نہیں بھی تھا تو ان ہی کا کوئی نہ کوئی پروردہ بصورت زلفی ونواز (پی پی، نون، قاف، الطاف) ملک کے بنیادی تصورات کو بگاڑنے میں مگن رہا۔ صوبائیت، لسانیت، فرقہ واریت، دہشت گردی جیسے تمام فتنے اصلاً فوجی حکمرانی کے ادوار کے تحفے جنرل راحیل شریف واحد مثال ہے جسے پاکستانی عوام کی محبتیں حاصل رہیں۔

12۔ ہمارے ہاں نظریاتی انحراف کے سیلاب کے برعکس بھارت میں ایسا زوال ظہور پذیر نہیں ہوا تاہم پاکستان دشمنی میں بھارت کا شرم ناک دشمنانہ کردار تیزی سے بڑھتا رہا تاوقتیکہ ہمارے اسلامی ہمسایہ برادر ملک میں اس نے سفارتی مورچوں کی لائن لگا دی جہاں سفارت کے روپ میں دہشت گردی کی تاریخ رقم ہوئی۔

13۔ ''اصلاحِ احوال'' بہت مشکل عنوان ہے جب قوم کا ہر طبقہ قومی زوال میں اپنے اپنے مقام پر برابر کا شریک ہے اور جسد ملیّ پیچیدہ ترین 'کینسر مرکب' کا شکار ہے اور اصلاحِ احوال کی آرزو بھی عام نہیں ہے، تو صورت حال کی سنگینی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ دفاعی سائنسدانوں کے علاوہ شاید ہی کوئی طبقہ سرخروئی کا دعویٰ کر سکے۔ لیڈری کی تہمت والے افراد وطبقات تو چوری ڈاکے قتل وخون، غداری، جھوٹ، بے ایمانی وغیرہ کے سوا ملک وملت کو کچھ دے نہ سکے۔ قانون قدرت کے مطابق احساسِ گناہ، ندامت، توبہ، نیکی وبھلائی کے لازوال فارمولے کے علاوہ کوئی حل نہیں تاہم یہی کہا جا سکتا کہ:

1) اپنے آپ کو آزاد قوم سمجھ کر آزادی کے جذبوں سے زندگی کا آغاز کریں اور اپنے طرزِ عمل کو یہ سمجھ کر ترک کر دیں کہ مغرب کی غلامی آخر کب تک!!

2) ذاتی، گروہی، پارٹی وغیرہ مفادات سے بالاتر متحدہ قومی وملّی سوچ پیدا کریں۔

3) جمہوریت کے نام پر سیاسی منافقت یعنی خاندانی وراثت کی سیاست سے باز آئیں۔

4) کھوکھلے نعروں، دعووں اور بڑھکوں کا کلچر ختم کریں۔

5) انگریز چلا گیا مگر اپنے پیچھے انگریزی کو اپنا جانشین بنا گیا جو ہماری تعلیمی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے، دفتری و تعلیمی دنیا سے انگریزی کو رخصت کر کے ہر زندہ قوم کی طرح اپنی قوم اور صوبائی زبانوں کو عزت دیں اور حکمرانی و تعلیم کا ذریعہ بنائیں۔

6) سکول کی سطح پر پورے ملک میں صرف ایک نظامِ تعلیم ہو (مدرسہ وسکول کی دوئی کا تصور نہ رہے) اور ذریعہ تعلیم قومی زبان ہو۔ بیرونی زبانوں میں سے سب سے زیادہ اہمیت عربی، چینی، ہندی، فارسی اور پھر انگریزی کو دی جائے۔

7) قانون سازی کے لئے اسمبلی جانے والے مسلمان امیدوار کم از کم سورۃ البقرہ سے امتحانی پرچہ پاس کر کے لئے جائیں۔

3۔ محمد فہیم، تیمرگرہ

......آپ کا عنایت نامہ مع کتابچہ ''اسلامی نظریہ اور ریاست پاکستان''......موصول ہوا۔ شکریہ۔ پڑھ کر وہی کیفیات دوبارہ محسوس ہوئیں جب پہلی دفعہ اس مضمون کو حکمت بالغہ میں پڑھنے کا موقع ملا تھا۔ اللہ تعالیٰ، انجینئر مختار فاروقی صاحب کے قلم میں مزید برکت ڈالے کہ جنھوں نے اپنی صلاحیتیں اور اوقات دین کی خدمت کے لیے وقف کر رکھے ہیں اور جن کی تحاریر سے ان کے قارئین مستفید ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ کاوشیں ان کے لیے دنیا اور آخرت کا توشہ بنائے اور ہمیں ان کے یہ مثالی اور قابل قدر مضامین پڑھنے، سمجھنے اور ان سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ کتابچہ......ایک گراں قدر ڈاکومنٹ کی حیثیت رکھتا ہے اور اس میں نظریۂ پاکستان کو جو دراصل اسلامی نظریہ ہے، نہایت عمدگی کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے۔ اس میں نظریۂ پاکستان سے

انحراف کے نتائج اور عواقب سے خبردار کیا گیا ہے اور موجودہ قومی سطح پر ذلت، کرپشن، سودی اور استحصالی نظام، جاگیردارانہ ذہنیت، بے حیائی، دین بے زاری، لوٹ کھسوٹ، بدامنی، بے روزگاری، عریانی اور فحاشی، سماجی برائیاں اور ناکام حکمرانی وغیرکو اس انحراف کا نتیجہ قرار دے کر فاروقی صاحب نے نہایت اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس تحریر میں نظریاتی ریاست، سیکولر سٹیٹ، خلافت اور ریاست وغیرہ اصطلاحات کو جس عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ فاروقی صاحب ہی کا حصہ ہے۔

سب سے اہم حقیقت جس کو صاحب تحریر نے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ ''نظریاتی ریاست'' میں نظریہ کی اہمیت صرف پاکستان ہی کا مسئلہ ہے یہ مسئلہ کسی اور مسلمان ملک کا نہیں کیونکہ پاکستان کے علاوہ اور مسلمان ملک کی بناء ''لا الہ'' کے تصور پر نہیں رکھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ سعودی عرب کا بھی معاملہ پاکستان جیسا نہیں کیونکہ پاکستان کے Genesis (ساخت) میں نظریہ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اس ملک کے لیے ''جسد میں روح'' کے مترادف ہے۔ اگر جسم سے روح نکالی جائے تو بقیہ لاش ہی رہ جائے گی اور ظاہر ہے لاش کی کوئی قیمت نہیں۔ جناب فاروقی صاحب نے اس نکتہ کو اتنی وضاحت کے ساتھ اور قابل فہم اسلوب میں پیش فرمایا ہے کہ اس تحریر کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ہر معقول شخص اپنے آپ کو یہ ماننے پر مجبور پائے گا کہ پاکستان نظریہ کے بغیر وہ پاکستان کبھی نہیں رہے گا جو پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ'' کی بنیاد پر وجود پذیر ہوا تھا اور جسے مفکر اور بانی پاکستان علامہ اقبال اور قائداعظمؒ نے اپنے خطبات اور خطابات میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا تھا۔ فکر اقبالؒ کو اس ملک کا نظریہ بنا کر قائداعظم نے عمارت کی تکمیل کی تھی۔ پھر اس تحریر کو فاروقی صاحب نے نظریاتی انحراف کی وجوہات اور اسباب کی تفصیل بیان کر کے مزید اہمیت کا حامل بنا دیا ہے۔ بیرونی طاقتوں کی دخل اندازی، اندرونی سازشوں، چار مارشل لاؤں، نظریاتی تعلیم سے درجہ بدرجہ دوری، اینٹی اسلامک اور سیکولر قوتوں کی گرفت اور اہم قومی اداروں پر ان عناصر کے قبضہ کے حوالہ سے نشاندہی کر کے فاروقی صاحب نے انحراف کی وجوہات کو نہایت عمدگی کے ساتھ تفصیلاً بیان کیا ہے۔ اور آخر میں صورت حال کی اصلاح کے لیے ''کرنے کا کام'' دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مصداق چند سطور میں ''مرض کا علاج'' صحیح صحیح طور پر بتا کر فاروقی صاحب نے اپنے قارئین کے لیے مزید

’’ذکر وفکر‘‘ کا سامان مہیا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کے لیے کامل صحت، یکسوئی اور درازی عمر کے ساتھ مزید آسانیاں عنایت فرما کر ان کو دین کی خدمت کے مواقع فراہم فرماتا رہے اور ہمیں ان کے قیمتی تجاویز سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ آمین

4۔ صوفی محمد صفدر، معتمد تنظیم اسلامی، النور کالونی، راولپنڈی

راقم الحروف عرصہ چار پانچ سال سے حکمت بالغہ کا ایک ریگولر قاری ہے بالکل اسی طرح عرصہ دراز سے ندائے خلافت، میثاق اور حکمتِ قرآن کا بھی ریگولر قاری ہے ابھی چند دن پہلے ندائے خلافت شمارہ نمبر 47 میں پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے مطالعہ کلامِ اقبال کے عنوان سے کلیاتِ فارسی کا ترجمہ ومختصر تشریح شروع کی ہے۔ ابھی خط لکھنے کا سوچ رہا تھا کہ شمارہ نمبر 48 میں دوسری قسط شائع ہوگئی ہے۔ میری سوچ کے مطابق آپ نے جناب سیّد قاسم محمود مرحوم ومغفور کی یاد تازہ کردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے (آمین) کیونکہ وہ بھی 06-2005 کے دوران اسی ندائے خلافت میں گوشۂ اقبال کے عنوان سے علامہ اقبال کی کتب بالِ جبریل اور بانگِ درا کے اشعار اور ساتھ ترجمہ ومختصر تشریح بھی لکھا کرتے تھے جو پہلے میں خود پھر دوستوں کو بھی پڑھایا کرتا تھا تاکہ ان کا علامہ اقبال کے بارے میں ذوق وشوق بڑھے اور میں نے یقیناً محسوس کیا ہے کہ علامہ اقبال کی شاعری ہر پڑھنے والے پر کچھ نہ کچھ ضرور اثر کرتی ہے کیونکہ ان کی شاعری سے اکثر اوقات فہم قرآن اور حقیقت پسندی کا اظہار ہوتا ہے جو سب کو پڑھنی چاہیے۔

جناب فاروقی صاحب آپ اس سے پہلے یہ کلیات فارسی ’فقر‘ حکمت بالغہ کے ٹائٹل کے اندرونی صفحہ پر صرف ترجمہ کے ساتھ دیتے تھے جو بڑے غور سے پڑھتا تھا، اب ندائے خلافت میں ان کو لکھنے پر مزید پڑھنے اور پڑھانے کی دلچسپی بڑھی ہے اس پر اللہ تعالیٰ آپ کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)۔ میری ذاتی رائے ہے کہ اگر آدمی کو کسی بات کا صحیح علم ہو تو وہ کبھی نہ کبھی اس پر عمل شروع کر دیتا ہے۔ جب تک آپ کو موقع ملتا ہے آپ اس کلیات فارسی کو مسلسل ندائے خلافت میں شائع کرواتے رہیں تاکہ رفقاء کے ساتھ ساتھ احباب کو بھی پڑھنے سمجھنے کا فائدہ حاصل ہو کیونکہ حکمت بالغہ کے قاری تھوڑے ہیں جبکہ ندائے خلافت کے قاری زیادہ ہیں اور اس طرح زیادہ لوگوں کو پڑھنے سمجھنے کا موقع مل سکتا ہے۔

راقم الحروف بڑی ہمت اور فخریہ الفاظ کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ الحمد للہ حکمت بالغہ کی طرف سے آج تک جتنی بھی خصوصی اشاعتیں شائع ہوئیں ہیں ایک سے ایک بڑھ کر ہیں جو میں خود پڑھ کر اپنے ریکارڈ میں محفوظ رکھ رہا ہوں تا کہ جب میرے بچے کچھ بڑے اور سمجھ دار ہوں گے تو ان کو ضرور پڑھاؤں گا یا پھر وہ خود پڑھ لیں گے۔ (ان شاء اللہ)

خصوصی اشاعتوں کے علاوہ آپ کی دیگر کتب بھی قابل ستائش اور پڑھنے سے تعلق رکھتیں ہیں مثلاً وہ کتاب '21 اسلامی انقلابی شخصیات' دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے، پھر 'تعمیر سیرت و کردار' وغیرہ۔ جناب فاروقی صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو ہر قسم کے کبر سے بچائے (آمین) آپ کی تاریخی اپروچ بہت زیادہ ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتیں ہیں۔ آپ کا رسالہ 'حکمت بالغہ' بھی انہی میں سے ہے۔ حکمت بالغہ کی اشاعت پر میری ذاتی تجویز یہ ہے کہ اس کی ماہانہ اشاعت ہلکے کاغذ پر ذرا سی کچھ سستی کر دی جائے تا کہ عام قارئین بھی مستفید ہو سکیں جبکہ بعد ازاں انہی مضامین کو جب کتابی شکل دی جائے تو پھر اسی اچھے کاغذ پر شائع کی جائیں تا کہ لوگ پڑھنے کے بعد دوسروں کو بھی مستفید ہونے کا موقع دے سکیں اور کتب محفوظ بھی کر سکیں۔

جناب فاروقی صاحب راقم الحروف پچھلے 35 سالوں سے روزانہ کی بنیاد پر مطالعہ کا شوقین ہے لیکن اللہ کا فضل ہے کہ آج تک دینی یا اسلامی کتب کے علاوہ کوئی ناول ڈائجسٹ، رسالہ وغیرہ نہیں پڑھا۔ سال 1972ء میں ایک دوست نے ایک ناول دیا آدھا پڑھ کر چھوڑ دیا۔ ابھی حال ہی میں ایک رفیق تنظیم نے ناول ''جب زندگی شروع ہوگئی'' کی تعریف کی اور پڑھنے کی تاکید کی صرف چند اسباق پڑھ کر کتاب رد کر دی اور جب موقع ملا جماعت اسلامی کے سٹال پر فروخت پر پابندی لگوا دی تھی۔

الحمد للہ حکمت بالغہ کی طرح تنظیم اسلامی اور انجمن خدام القرآن کی تقریباً تمام کتب زیر مطالعہ رہتی ہیں اور دوست احباب و رفقاء کو گاہے بگاہے آگے بڑھنے کی مزید ترغیب بھی دلاتا رہتا ہوں تاہم محسوس ہوا ہے کہ رفقاء اور عوام الناس کتابیں کم ہی پڑھتے ہیں اور زبانی بحث و مباحثہ میں مصروف رہتے ہیں۔ آخر میں دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اسی طرح حق و سچ لکھنے کی ہمت و توفیق دے (آمین) میری طرف سے آپ مع اہل و عیال اور رفقاء دیگر احباب کی خدمت میں آداب اور سلام۔

تبصرہ وتعارف کتب

1 روح الامین کی معیت میں

کاروانِ نبوت ﷺ (جلد 4)

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر تسنیم احمد

شائع کردہ: مکتبہ دعوۃ الحق، احسن آباد کراچی

تبصرہ نگار: ساجد محمود مسلم

محترم ڈاکٹر تسنیم احمد صاحب کی پرعقیدت کتاب ''رُوح الامین کی معیت میں کاروانِ نبوت'' کی جلد چہارم طبع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ مصنف موصوف اُمت کا درد رکھنے والے غیر پیشہ ور لکھاری ہیں۔ جنہوں نے سیرت النبی ﷺ کی نزولِ قرآن کے ساتھ مطابقت کو موضوعِ قلم بنایا ہے۔ اس سے پہلے مختصر سے وقت میں تین جلدیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ اس چوتھی جلد میں نبی اکرم ﷺ کے ظہورِ نبوت کے پانچویں اور چھٹے سال کا پرسوز تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔ اندازِ بیان والہانہ، عقیدت مندانہ اور عاشقانہ ہے۔ تاہم انہوں نے اس جنون میں بھی خِرد کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیا۔ آقا ﷺ سے سچی محبت رکھنے والے احباب بالخصوص جو قرآنی ذوق بھی رکھتے ہوں، ان کے لئے یہ سلسلہ نہایت سرور وفرحت کا ذریعہ اور ایزادِ ایمانی کا وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کا 63واں باب دورِ نبوت کی تقویم کے بارے میں ہے جس میں ہجری وعیسوی تقویم کا تقابل اور دورِ نبوت میں رائج جاہلانہ رسم نسیء (کبیسہ) کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگرچہ سیرت کے مسلسل بیان کے دوران یوں اچانک تقویم کی بحث عجیب معلوم ہوتی ہے مگر

مصنف نے عین آغاز کتاب میں یہ بحث نہ لانے کا درج ذیل سبب بیان کیا ہے: ’’اگر یہ باب کتاب کے شروع میں یعنی جلد اوّل میں مبادیاتِ مطالعہ سیرت Pre Requisite Knowledge کے لئے لایا جاتا تو شاید گراں ہوتا اور اپنے صحیح مقام پر ہونے کے باوجود تعلیم کی نفسیاتی حکمت ’آسان سے مشکل کی طرف‘ کے خلاف ہوتا‘‘ (ص198)۔ دراصل مصنف نے زیر تبصرہ کتاب عوام الناس کے لئے تذکرہ و تعلیم کے مقصد کے تحت لکھی ہے، نیا تحقیقی مواد پیش کرنا مصنف کے پیش نظر نہیں ہے، لہٰذا مصنف کا عذر معقول معلوم ہوتا ہے۔ قرآن و سیرت کے شائقین کتاب کا مطالعہ ضرور فرمائیں، یہ کتاب ہر لائبریری کی زینت بننے کے لائق ہے۔

2۔ ماہنامہ **ندائے اُمت** لاہور

ایڈیٹر: احمد علی محمودی

پتہ: دارالسلام، عزیز آباد کالونی، وہاڑی روڈ، حاصل پور ضلع بہاولپور

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

زیر تبصرہ مجلّہ تعلیماتِ قرآن و سنت کا داعی، اتحادِ اُمت کا ترجمان اور ایک دینی و ادبی مجلّہ کی حیثیت سے دینی رسائل میں ایک ایسا حسین اضافہ ہے جو تدریجاً اسلامی حلقوں میں اپنی ادبی و اسلامی حیثیت کے استحکام کی راہ پر گامزن اور عامۃ الناس قارئین کے لیے مفید معلوماتی خزینہ ہے۔ جس کے لیے محققین کا قلمی تعاون اور قارئین کا مالی ایثار بصورت اشتہار وغیرہ معاونِ ہوسکتا ہے۔ یہ مجلّہ دینی اداروں اور جامعاتِ پاکستان کی لائبریریوں کی زینت بننے کے لائق ہے۔ اس جریدہ کی فی شمارہ قیمت -/30 روپے ہے جبکہ سالانہ زرتعاون -/400 روپے ہے۔ رابطہ نمبر 0305-8280905۔

رَبِّ اِنِّیۡ لِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ اِلَیَّ مِنۡ خَیۡرٍ فَقِیۡرٌ

اے میرے پروردگار! میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے

فرمودۂ اقبال

(از رموزِ بے خودی)

اُمتِ مسلم ز آیاتِ خدا ست ـــ اصلش از ہنگامۂ قَالُوا بَلٰی ست
از اجل ایں قوم بے پرواستے ـــ استوار از نَحنُ نَزَّلنَا ستے
ذکر قائم از قیامِ ذاکر است ـــ از دوامِ او دوامِ ذاکر است
تا خدا اَنْ یُّطفِئُوا فرمودہ است ـــ از فسردن ایں چراغ آسودہ است
اُمتے در حق پرستی کاملے ـــ اُمتے محبوبِ ہر صاحب دلے

اُمت مسلمہ (کبھی معدوم نہیں ہوگی، کیونکہ یہ) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے اور اس کا وجود اُس وقت سے ہے جب تمام ارواح سے عہدِ اَلَستُ بِرَبِّکُم لیا گیا تھا۔ یہ اُمت کبھی ختم نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذِمہ داری خود لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُونَ(09:15) (یہ ذکر (قرآن) ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں)۔ ذکر (قرآن) کا باقی رہنا ذاکر (اُمت مسلمہ) کے باقی رہنے سے ہے۔ جب تک ذکر باقی ہے اس وقت تک ذاکر باقی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اسلام کے دشمن اس دین حق کا چراغ نہیں بجھا سکتے اور اللہ اپنے دین حق کی روشنی پوری کر کے رہے گا تو یہ چراغ بجھ جانے سے محفوظ ہوگیا ہے۔ یہ وہ امت ہے جو حق پرستی میں کامل ہے۔ یہ وہ اُمت ہے جو ہر صاحبِ دل کو عزیز ہے۔

ان شاءاللہ العزیز

قرآن اکیڈمی جھنگ

میں

25روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

اپریل، مئی، جولائی 2017ء

تفصیلات اگلے شمارے میں شائع ہوں گی

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری وملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قران مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

معلومات کے لیے 20روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر اس تربیتی کورس کا بروشر مفت حاصل کریں یا hikmatbaalhga@yahoo.com پر بروشر کے حصول کے لیے درخواست ای میل کریں

اپنی فرصت کے مطابق بذریعہ فون یا ای میل اپنا نام رجسٹر کرائیں

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

0336-6778561